ماہنامہ
خالد
احمدی نوجوانوں کے لئے
ستمبر 2000
مدیر
سید مبشر احمد ایاز
دیار مغرب سے جانے والو، دیار مشرق کے باسیوں کو
کسی غریب الوطن مسافر کی چاہتوں کا سلام کہنا
اے میرے سانسوں میں بسنے والو! بھلا جدا کب ہوئے تھے مجھ سے
خدا نے باندھا ہے جو تعلق رہے گا قائم مدام کہنا
تمہاری خاطر ہیں میرے نغمے مری دعائیں تمہاری دولت
تمہارے درد و الم سے تر ہیں مرے سجود و قیام کہنا

ہے شکرِ ربِ عزّ و جل خارج از بیاں

﴿صرف احمدی احباب کے لئے﴾

جلد نمبر 47 شمارہ نمبر 5

ستمبر 2000ء

نائبین
فخر الحق شمس۔ اسد اللہ غالب
معاون :۔ منصور احمد نور الدین

کمپوزنگ : اقبال احمد زبیر
پبلشر: قمر احمد محمود۔ مینیجر : سلطان احمد خالد
پرنٹر : قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)
مقام اشاعت: ایوان محمود دار الصدر جنوبی

اس شمارے میں

قیمت 10 روپے۔ سالانہ 100

ضروری اعلان

☆ خالد اور تشحیذ کے خریداران کے لئے اطلاعاً عرض ہے کہ اب اللہ کے فضل سے خالد اور تشحیذ باقاعدہ شائع ہونا شروع ہو گیا ہے۔

☆ اگر آپ کو 15 تاریخ تک رسالہ نہ ملے تو فوری طور پر ہمیں خط لکھیں آپ کو دوبارہ رسالہ بھجوا دیا جائے گا۔

☆ آپ کے ایڈریس کے ساتھ مدت خریداری بھی لکھی ہوتی ہے براہ کرم یاد دہانی کے بغیر آپ چندہ سالانہ خریداری بھیج دیا کریں یا کم از کم خط لکھ دیا کریں آپ کا رسالہ بند نہ کیا جائے۔ وگرنہ خریداری کی مدت ختم ہوتے ہی رسالہ بند کر دیا جاتا ہے۔

☆ سالانہ خریداری کا چندہ -/100 روپے ہے۔ یہ رقم آپ منی آرڈر بھی کر سکتے ہیں اور مقامی مجلس میں رسید بک پر بھی یہ چندہ ادا کر سکتے ہیں اس صورت میں وہ رسید یا اس کا حوالہ ہمیں ارسال کر دیں۔

☆ خریداران کو یہ اطلاع بھی کی جا چکی ہے کہ ان کی مدت خریداری میں 2 ماہ کا اضافہ کر دیا گیا تھا مثلاً جن احباب کا چندہ اگست 2000ء میں ختم ہو رہا تھا اب اکتوبر 2000ء میں ختم ہو گا۔

مینیجر و پبلشر کا تقرر

مکرم مبارک احمد خالد صاحب کی وفات کے بعد رسالہ خالد کے نئے پبلشر کے لئے مکرم قمر احمد محمود صاحب کا تقرر محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے فرمایا۔ جس کے لئے ضلعی انتظامیہ کی خدمت میں باقاعدہ درخواست دی گئی اور اگست 2000ء میں نئے پبلشر کا نام منظور کر لیا گیا۔

اسی طرح مکرم سلطان احمد خالد صاحب ابن مکرم مبارک احمد خالد صاحب کو صدر صاحب مجلس کی منظوری سے مینیجر رسالہ خالد و تشحیذ الاذہان مقرر کیا گیا ہے۔ ادارہ خالد نئے پبلشر اور مینیجر کو خوش آمدید کہتا ہے اور احباب سے دعا کی درخواست کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بہتر سے بہتر خدمت کرنے کی توفیق دے اور رسالے کا معیار بلند سے بلند تر ہو آمین۔ (ادارہ خالد)

اداریہ

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

دسمبر میں مکرم مبارک احمد خالد صاحب کی وفات کے بعد ادارہ خالد کی طرف سے پبلشر کی تبدیلی کے لئے قاعدے اور قوانین کے مطابق فوری طور پر درخواست دے دی گئی تھی۔ اب رسالوں اور اخباروں کے پبلشر تبدیل بھی ہوتے ہیں۔ فوت بھی ہوتے ہیں لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ صرف اس وجہ سے رسالے مہینوں بند رہیں۔ اور ہمارے علم کے مطابق بھی یہی تھا کہ قواعد میں ایک تو گنجائش موجود ہے کہ عارضی طور پر اجازت دے دی جاتی ہے اور پھر دفتری امور نمٹانے کے بعد مستقل طور پر اجازت دے دی جاتی ہے اور یہ سب کچھ مہینوں یا ہفتوں میں نہیں ہوتا بلکہ دِنوں کی بات ہوتی ہے ____ لیکن

ہم کہ ٹھہرے اجنبی.......

اور دِنوں کے کام میں ہفتے بلکہ مہینے گزرنے لگے ____ یہاں تک کہ آٹھ مہینے گزر گئے ____ تب خدا تعالیٰ نے ہی اپنی تقدیر ظاہر کی اور پبلشر کی منظوری ہوئی ____ فالحمد للہ علی ذلک

تاہم ___ ادارہ خالد ___ افسرانِ مجاز کا ممنون ہے کہ انہوں نے جرأت اور وسعتِ قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قانون کی پاسداری کی اور ہماری درخواست کو قبول فرمایا

اس مرحلہ میں مکرم و محترم فہیم احمد صاحب آف لاہور اور مکرم و محترم عبد المالک (عاصم جمالی) صاحب نے انتہائی لگن اور مسلسل کوشش کی ادارہ ان کا تہہِ دل سے ممنون ہے ____ اللہ تعالیٰ ان کو احسن جزاء دے۔ آمین

ادارہ خالد اپنے تمام قارئین کا بھی شکر گزار ہے کہ جنہوں نے اس آزمائش میں بھی اپنے تعلق کو قائم رکھا ___ یہ تعلق اٹوٹ ہے ___ کیونکہ اس کی بنیاد ___ صرف اور صرف محبت پر ہے ___ اخوت پر ___ وہ جو احمدیت کی بدولت ہمیں نصیب ہوئی ہے۔

خدا کے فضل سے ایسے تعلق کبھی ٹوٹا نہیں کرتے ____ رسالے تو ہمارے ربط کے ذریعوں میں سے ایک ذریعہ ہیں ___ اور رسالہ خالد ہو یا تشحیذ ___ یہ رسالوں میں سے ایک رسالہ ہی تو تھے ___ ہم لوگ نہ مادی ذرائع پر بھروسہ کرنے والے ہیں ___ ایک خدا پر بھروسہ ہے ___ لاالٰہ الا اللہ ___ وہی ہمارا معبود ہے ___ وہی ہمارا مطلوب ہے ___ وہی ہمارا مقصود ہے ___ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی خدا کا ہمیں پتہ دیا ___ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ایسے ہی حسین چہرے سے پردہ اُٹھا کر ہمیں اس یار سے ملایا ___ اور ہمارے پیارے خلفاء ___ اسی راستے پر لے کر ہمیں چلتے چلے جا رہے ہیں ___ تیز گام ___ ہمیں

سنبھالے ہوئے__ ہمیں دلاسہ دیتے ہوئے__ ہماری بلائیں لیتے ہوئے__ جیسے ماں اپنے بچوں کو دیکھتی ہے__ ایسی پیار بھری نگاہیں ڈالتے ہوئے__ ہم جس منزل کی طرف رواں دواں ہیں اور خدا کے فضل کے ہاتھ جس قوت سے ہمیں اس سمت پر لئے جارہے ہیں ان راہوں میں ایسی رکاوٹیں__ کوئی مستقل سد راہ نہیں ہوا کرتیں__ تُند سیلِ رواں کے آگے کبھی تنکوں کے بند نہیں باندھے جاسکتے__ بڑے بڑے بھاری پتھر بھی رکھ دیئے جائیں تو یہ سیلابی ریلے اپنے راستے خود بنالیا کرتے ہیں __ایک عرب شاعر نے کہا ہے کہ

اذا سُدَّ مِنهُ مَنْخِرُ جَاشَ مَنْخِرُ

کہ جب ایک سوراخ بند ہو جاتا ہے تو عزم و ہمت والی قوموں کے حوصلے کسی دوسری راہ کو اپنے لئے کھلا پاتے ہیں ______اور یہ کوئی آج یا کل کی کہانی نہیں______ یہ روشن لفظوں کی کھلی کتاب ہے۔

ابھی چند سال پہلے ایک شخص کو ہماری آنکھوں سے دُور کر دیا گیا تو آج وہ ہمارے گھر گھر میں آن پہنچا______ فضاؤں کے دوش پر لہراتا ہوا چلا آیا______

ہمیں یہاں احمدی بنانے پر پابندی لگادی تو صرف ایک سال میں چار کروڑ احمدی ہمیں مل گئے______

تو یہ تو ایک مسلسل سفر ہے______ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ساتھ اس کا غیبی ہاتھ ہے جو ایک بھرپور قوت کے ساتھ ہمیں کھینچے چلا جارہا ہے______

اور وہی ہاتھ ہے______ جو خدا کے فضل سے ہمارے اور آپ کے درمیان کبھی رابطہ کو منقطع نہیں ہونے دے گا______ اور نہ ہی خدا کے فضل سے ابھی تک ہمارا آپ سے رابطہ منقطع ہوا______ بس ایک نام بدل گیا__ وہ بھی عارضی طور پر__ اب پھر خدا کے فضل سے ہم اُسی نام کے ساتھ آپ سے پھر مل رہے ہیں۔ اور خدا کرے کہ ملتے رہیں__ اور اب کوئی روک نہ پڑے۔ آمین

خاکسار ایک بار پھر تمام افراد کا، جنہوں نے اس کام میں ہمارا ساتھ دیا۔ اپنی دعاؤں کے ساتھ، اپنے تعاون کے ساتھ، اور قارئین خالد و تشحیذ کے علاوہ مکرم فہیم احمد صاحب، مکرم عبد المالک صاحب اور ان کے ساتھی۔ برادرم مکرم شیخ طارق محمود صاحب پانی پتی اور ان کے ساتھی اور قائدینِ اضلاع و مجالس کا شکر گزار ہے کہ قدم قدم پر ان کا غیر معمولی خلوص تعاون ہمارے ساتھ رہا۔

فجزاھم اللہ احسن الجزاء

☆☆☆☆☆

مدح صحابہؓ

صحابہؓ آنحضرت ﷺ کی مدح میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا منظوم کلام

اِنَّ الصَّحَابَةَ كُلَّهُمْ كَذُكَاءِ قَدْ نَوَّرُوْا وَجْهَ الْوَرٰى بِضِيَاءِ

یقیناً صحابہ سب کے سب سورج کی مانند ہیں۔ انہوں نے مخلوقات کا چہرہ اپنی روشنی سے منور کر دیا

تَرَكُوْا اَقَارِبَهُمْ وَحُبَّ عِيَالِهِمْ جَاءُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَالْفُقَرَاءِ

انہوں نے اپنے اقارب کو اور عیال کی محبت کو بھی چھوڑ دیا اور رسول اللہ کے حضور میں فقراء کی طرح حاضر ہو گئے

ذُبِحُوْا وَمَا خَافُوا الْوَرٰى مِنْ صِدْقِهِمْ بَلْ اٰثَرُوا الرَّحْمٰنَ عِنْدَ بَلَاءِ

وہ ذبح کئے گئے اور اپنے صدق کی وجہ سے مخلوق سے نہ ڈرے بلکہ مصیبت کے وقت انہوں نے خدائے رحمٰن کو اختیار کیا

تَحْتَ السُّيُوْفِ تَشَهَّدُوْا لِخُلُوْصِهِمْ شَهِدُوْا بِصِدْقِ الْقَلْبِ فِي الْاَمْلَاءِ

اپنے خلوص کی وجہ سے وہ تلواروں کے نیچے شہید ہو گئے اور مجالس میں انہوں نے صدقِ قلب سے گواہی دی

حَضَرُوا الْمَوَاطِنَ كُلَّهَا مِنْ صِدْقِهِمْ حَفَدُوْا لَهَا فِيْ حَرَّةٍ رَجْلَاءِ

اپنے صدق کی وجہ سے وہ تمام میدانوں میں حاضر ہو گئے۔ وہ ان میدانوں کی سنگلاخ سخت زمین میں جمع ہو گئے

اَلصَّالِحُوْنَ الْخَاشِعُوْنَ لِرَبِّهِمْ اَلْبَائِتُوْنَ بِذِكْرِهٖ وَبُكَاءِ

وہ صالح تھے، اپنے رب کے حضور عاجزی کرنے والے تھے وہ اس کے ذکر میں رو رو کر راتیں گذارنے والے تھے

قَوْمٌ كِرَامٌ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَهُمْ كَانُوْا لِخَيْرِ الرُّسُلِ كَالْاَعْضَاءِ

وہ بزرگ لوگ ہیں۔ ہم ان کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ وہ خیر الرسل کے لئے بمنزلہ اعضاء کے تھے

مَا كَانَ طَعْنُ النَّاسِ فِيْهِمْ صَادِقًا بَلْ حَشْنَةٌ نَشَاَتْ مِنَ الْاَهْوَاءِ

لوگوں کے طعن ان کے بارے میں سچے نہ تھے بلکہ وہ ایک کینہ ہے جو ہوا و ہوس سے پیدا ہوا ہے

اِنِّیْ اَرٰی صَحْبَ الرَّسُوْلِ جَمِيْعَهُمْ عِنْدَ الْمَلِيْكِ بِعِزَّةٍ قَعْسَاءِ

میں رسول کے تمام کے تمام صحابہ کو خدا کے حضور میں دائمی عزت کے مقام پر پاتا ہوں

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام

در دلم جوشد ثنائے سرورے | آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے

میرے دل میں اس سردار کی تعریف جوش مار رہی ہے جو خوبی میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا

آنکہ جانش عاشقِ یارِ ازل | آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے

وہ جس کی جان خدائے ازلی کی عاشق ہے وہ جس کی روح اُس دلبر میں واصل ہے

آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حق است | ہمچو طفلے پروریدہ در برے

وہ جو خدا کی مہربانیوں سے اس کی طرف کھینچا گیا ہے اور خدا کی گود میں ایک بچہ کی مانند پلا ہے

آنکہ در برّ و کرم بحرِ عظیم | آنکہ در لُطفِ اتم یکتا دُرّے

وہ جو نیکی اور بزرگی میں ایک بحرِ عظیم ہے اور کمال خوبی میں ایک نایاب موتی ہے

آنکہ در جود و سخا ابرِ بہار | آنکہ در فیض و عطا یک خاورے

وہ جو بخشش اور سخاوت میں ابرِ بہار ہے اور فیض و عطا میں ایک سورج ہے

آں رحیم و رحمِ حق را آیتے | آں کریم وجودِ حق را مظہرے

وہ رحیم ہے اور رحمت حق کا نشان ہے وہ کریم ہے اور بخشش خداوندی کا مظہر ہے

آں رُخِ فرّخ کہ یک دیدارِ او | زشت رورامی کند خوش منظرے

اُس کا مبارک چہرہ ایسا ہے کہ اُس کا ایک ہی جلوہ بد صورت کو حسین بنا دیتا ہے

آں دلِ روشن کہ روشن کردہ است | صد درونِ تیرہ را چوں اخترے

وہ ایسا روشن ضمیر ہے جس نے روشن کر دیا سینکڑوں سیاہ دلوں کو ستاروں کی طرح

آں مبارک پے کہ آمد ذات او | رحمتے زاں ذات عالم پرورے

وہ ایسا مبارک قدم ہے کہ اس کی ذات خدا تعالیٰ کی طرف سے رحمت بن کر آئی ہے

احمدؐ آخر زماں کز نورِ او | شد دِل مردم ز خور تاباں ترے

اس احمدؐ آخر زماں کے نور سے لوگوں کے دل آفتاب سے زیادہ روشن ہوئے

شکرِ باری

حضرت مسیح موعودؑ کا پاکیزہ منظوم کلام

بہار آئی ہے اِس وقت خزاں میں لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں
ملاحت ہے عجب اِس دِلستاں میں ہوئے بدنام ہم اِس سے جہاں میں
عدو جب بڑھ گیا شوروفغاں میں نہاں ہم ہوگئے یار نہاں میں
ہوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخزَی الْاَعَادِیْ

کروں کیونکر ادا میں شکرِ باری فِدا ہو اُس کی رہ میں عُمر ساری
مرے سر پر ہے منت اس کی بھاری چلی اس ہاتھ سے کشتی ہماری
مری بگڑی ہوئی اُس نے بنادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخزَی الْاَعَادِیْ

تجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے کہ تونے کام سب میرے سنوارے
ترے احساں مرے سر پر ہیں بھارے چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے
گڑھے میں تو نے سب دشمن اتارے ہمارے کردیئے اونچے منارے
مقابل میں مرے یہ لوگ ہارے کہاں مرتے تھے پر تُو نے ہی مارے
شرِیروں پر پڑے اُن کے شرارے نہ اُن سے رُک سکے مقصد ہمارے
اُنہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخزَی الْاَعَادِیْ

جل کے دیکھتے ہیں......

﴿احمد فراز﴾

ابھی کچھ اور کرشمے غزل کے دیکھتے ہیں
فراز اب ذرا لہجہ بدل کے دیکھتے ہیں

جدائیاں تو مقدر ہیں پھر بھی جانِ سفر
کچھ اور دُور ساتھ چل کے دیکھتے ہیں

رہِ وفا میں حریفِ خرام کوئی تو ہو
سو اپنے آپ سے آگے نکل کے دیکھتے ہیں

تُو سامنے ہے تو پھر کیوں یقیں نہیں آتا
یہ بار بار آنکھوں کو مل کے دیکھتے ہیں

یہ کون لوگ ہیں موجود تیری محفل میں
جو لالچوں سے تجھے، مجھ کو جل کے دیکھتے ہیں

یہ قرب کیا ہے کہ یکجاں ہوئے نہ دور رہے
ہزار ایک ہی قالب میں ڈھل کے دیکھتے ہیں

نہ تجھ کو مات ہوئی ہے نہ مجھ کو مات ہوئی
سو اب کے دونوں ہی چالیں بدل کے دیکھتے ہیں

یہ کون ہے سرِ ساحل کہ ڈوبنے والے
سمندروں کی تہوں سے اچھل کے دیکھتے ہیں

ابھی تلک تو نہ کندن ہوئے نہ راکھ ہوئے
ہم اپنی آگ میں ہر روز جل کے دیکھتے ہیں

بہت دنوں سے نہیں ہے کچھ اس کی خیر خبر
چلو فراز کو، اے یار چل کے دیکھتے ہیں

35ویں جلسہ سالانہ برطانیہ 2000ء پر ایک طائرانہ نظر

(رپورٹ مرتبہ اسد اللہ غالب۔ نائب مدیر خالد)

جماعت احمدیہ برطانیہ کا 35واں جلسہ سالانہ مورخہ 28 جولائی تا 30 جولائی 2000ء منعقد ہوا۔ اس جلسہ کا آغاز لوائے احمدیت کی تقریب پرچم کشائی سے ہوا جو حضور انور نے 28 جولائی بروز جمعۃ المبارک 'پاکستانی وقت کے مطابق رات 8:30 بجے کی۔ تقریب پرچم کشائی میں حضور انور نے لوائے احمدیت لہرایا جبکہ مکرم امیر صاحب برطانیہ نے برطانیہ کا جھنڈا لہرایا۔ تقریب پرچم کشائی کے ساتھ ہی اس جلسہ کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اس کے بعد حضور انور جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے اور وہاں پر افتتاحی خطاب ارشاد فرمایا۔

افتتاحی خطاب

مورخہ 28 جولائی بروز جمعۃ المبارک رات ساڑھے آٹھ بجے افتتاحی تقریب کا آغاز ہوا۔ آغاز میں تلاوت قرآن کریم ہوئی جو کہ حافظ فضل ربی صاحب نے کی اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام پیش کیا گیا جو مکرم عبدالمنعم ناصر صاحب نے پیش کیا۔ جس کا پہلا شعر یہ تھا۔

تجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے
کہ تو نے کام سب میرے سنوارے

خطاب کا خلاصہ

حضور نے تشہد 'تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورۃ الصف کی آیت نمبر 9'10 کی تلاوت فرمائی اور اس کے بعد ان کا ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ گزشتہ چند سال سے میرا یہ معمول ہے کہ سو سال پہلے حضرت مسیح موعود کو جو الہامات ہوئے ان کا ذکر افتتاحی تقریر میں کرتا ہوں۔ عین سو سال کے بعد ان الہامات کے پورے ہونے کے کرشمے ایک بار پھر نظر آتے ہیں اور یہ الہام ایک نئی شان کے ساتھ پورے ہوتے نظر آتے ہیں۔

پھر حضور نے الہامات کا ذکر شروع کیا حضور نے فرمایا کہ ایک الہام یہ ہوا کہ

"میں ہندوؤں کے لئے کرشن ہوں' آریوں کا بادشاہ ہوں"۔

اس پر حضور نے فرمایا کہ اس سال ہندوستان میں جماعت جماعت احمدیہ کی جو غیر معمولی پذیرائی ہوئی ہے یہ انہی الہامات کا نتیجہ ہے۔

ہندوستان میں غیر معمولی برکت اس سال ظاہر ہوئی ہے۔ یہ ناقابل یقین کامیابیاں ہیں جو کہ اس سال ظاہر ہوئیں......

پھر حضور نے ذکر فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا۔

"تھوڑی سی غنودگی ہوئی اور ایک سفید ورق دکھایا گیا جس کی آخری سطر ہے۔ "بااقبال"۔ اس میں بااقبال انجام کی طرف اشارہ ہے"۔

الہام ہوا۔

قادر کے کاروبار نمودار ہوگئے
کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہوگئے

جو مجھے کافر کہتے تھے وہ اس الزام میں پکڑے جائیں گے۔ یہ پیشگوئی ہے۔ ہر پڑھنے والا یاد رکھے۔

الہام ہوا۔

جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے

مجھے کافر کہنے والوں پر خدا کی حجت پوری ہو گی کوئی ایسی چمکتی دلیل ظاہر ہو گی جو فیصلہ کر دے گی۔

حضور انور نے فرمایا حضرت مسیح موعود کو درد سر کی شکایت تھی۔ اس دوران بار بار الہام ہوا جس کا ترجمہ ہے۔

"میں امرا کے ساتھ تیرے پاس اچانک آؤں گا......"

الہام ہوا۔

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید۔
پاک محمدؐ مصطفی نبیوں کا سردار۔"

الہام ہوا۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا لیکن دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔"

الہام ہوا۔

"فرشتوں نے تیری مدد کی۔ خدا تیرے سب کام درست کر دے گا۔ آگ سے ہمیں مت ڈراؤ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔"

حضور انور نے فرمایا یہ خبریں بار بار پوری ہو چکی ہیں اب خدا معلوم یہ کب پوری ہوں گی ہم ضرور اسے پورا ہوتے دیکھیں گے۔

پھر حضور انور نے حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کا ذکر فرمایا

"میں اس کو ذلیل کروں گا جو تیری ذلت چاہے گا۔ اس کی مدد کروں گا جو تیری مدد کرے گا۔ خدا ایسا نہیں کہ چھوڑ دے جب تک پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلاوے۔ میں ہی خدا ہوں۔ تو سراسر میرے لئے ہو جا۔"

پھر حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ اسلام کو الہاماً فرمایا:۔

"خدا تیرے ذکر کو اونچا کرے گا۔ تُو میری مراد ہے۔ میں نے تیرا درخت اپنے ہاتھ سے لگایا۔ وقت آگیا ہے کہ تجھے لوگوں میں شہرت دی جائے۔ نزدیک ہے کہ تو تمام لوگوں میں شہرت پا جائے۔ تکفیر کے فتنے سے جو تکلیف تجھے پہنچی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ صبر کر جس طرح خدا کے اولوالعزم نبیوں نے صبر کیا۔ اس مصیبت کے صلے میں ایسی بخشش ملے گی جو کبھی منقطع نہیں ہو گی۔"

پھر 11 دسمبر 1900ء کو الہام ہوا۔

"میں ہرگز اس وقت تک نہ مروں گا جب تک اللہ مجھے جھوٹے الزامات سے بری ثابت نہ کر دے۔ بعد گیارہ انشاء اللہ۔ اس کی تفہیم نہیں ہوئی۔ گیارہ دن یا سال یا مہینے۔ یہی ہندسہ گیارہ کا دکھایا گیا ہے۔ بہر حال نشان بریت کے لئے ظاہر ہو گا۔"

پھر حضور انور نے آخر پر حضور انور کے 1900 میں ہونے والے آخری الہام کا ذکر فرمایا۔

"ہم دشمنوں کو پارہ پارہ کر دینگے۔ فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ دکھائیں گے جس سے وہ ڈرتے ہیں۔ ہم عنقریب ان کو نشان دکھائیں گے۔ کھلی کھلی فتح ہو گی۔ جس کی آسمانی بادشاہت ہے اس کو ملک عظیم دیا جائے گا۔ تمام

زمین اللہ کی بادشاہت سے جگمگا جائے گی۔ ہم تجھے پاکیزہ زندگی دیں گے۔ میری عبادت کر۔ میرے غیر سے مدد مت طلب کر۔ میری طاقت کے سوا کوئی طاقت نہیں۔ میں اپنی فوجوں کے ساتھ یک دم آؤں گا۔ میں سمندر کی طرح موجزن ہوں گا۔ اللہ اپنے امر پر غالب ہے۔ اکثر لوگ نہیں جانتے۔ حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔"

حضور کے اس ارشاد پر حاضرین نے زبردست نعرے لگائے۔ آخر میں حضور انور نے فرمایا کہ ایک اور بڑی خوشخبری یہ ہے کہ رجسٹریشن کے مطابق آج پہلے دن کی حاضری 20 ہزار 637 ہے جبکہ گزشتہ سال پہلے دن کی حاضری 14 ہزار تھی۔ اس وقت تک 76 ممالک کے وفود تشریف لا چکے ہیں جبکہ گزشتہ سال پہلے روز 60 ممالک کے وفود آئے تھے۔ اس وقت 473 غیر از جماعت احباب جلسہ سالانہ میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ حضور کا افتتاحی خطاب تقریباً پون گھنٹہ جاری رہا اس کے بعد حضور نے دعا کروائی۔

جلسہ سالانہ کا دوسرا دن

مورخہ 29 جولائی بروز ہفتہ جلسے کا دوسرا دن تھا۔ پروگرام کے مطابق سہ پہر 45 3 بجے حضور لجنہ کی مارکی میں خطاب کے لئے تشریف لائے۔ تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اس کے بعد محترمہ شازیہ صاحبہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام پیش کیا۔

ان کے بارے میں حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی خاص شان ہے کہ ان کے والد صاحب کی شدید خواہش تھی کہ یہ نظم پڑھیں لیکن ان کی پیش نہ جاتی تھی مجھے لکھنا نہ چاہتے تھے...... ان کی خواہش قبول ہوگئی۔ خدا کرے کہ بہت اچھی طرح حق ادا کر سکیں۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود کی یہ نظم خوش الحانی سے پڑھی۔

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار
اے میرے پیارے مرے محسن میرے پروردگار

حضور ایدہ اللہ کا خواتین سے خطاب

اس کے بعد حضور نے خطاب فرمایا آپ نے اپنے خطاب میں آنحضور ﷺ...... کی ازواج مطہرات اور صحابیات کی مثالیں بیان فرمائیں اسی طرح آپ نے آنحضورؐ کی عورتوں کو عمومی نصائح بھی بیان فرمائیں۔ جن میں سے بعض کا مفہوم پیش خدمت ہے

حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہؓ سے بڑھ کر کسی کو آنحضورؐ سے چال ڈھال میں مشابہ نہیں دیکھا جب فاطمہؓ آنحضورؐ کے گھر آتیں تو حضور اپنی جگہ سے کھڑے ہو جاتے اور فاطمہؓ کا ہاتھ پکڑتے اسے چومتے اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر انہیں بٹھاتے۔ اسی طرح جب آنحضورؐ فاطمہؓ کے گھر جاتے تو فاطمہؓ اپنی جگہ سے کھڑی ہو جاتیں اور حضور کا ہاتھ پکڑتیں اور اسے چومتیں اور انہیں اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتیں۔

پھر اسی طرح فرمایا ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ نے آنحضورؐ سے گھر کے کام کاج کے لئے کوئی غلام طلب کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ خود کام کرو اور رات کو سونے سے پہلے 33 دفعہ سبحان اللہ، 33 دفعہ الحمد للہ اور 34 دفعہ اللہ اکبر پڑھ کر سویا کرو۔ پھر حضور نے مالی قربانی کا ذکر فرمایا کہ اس وقت کی عورتوں نے حضور کے ارشاد پر اپنے زیورات

پیش کر دیئے تھے جب بھی میں نے تحریک کی ہے۔ آپ نے اسی وقت اس کی تعمیل کی ہے اور اپنے زیورات پیش کر کے ثابت کر دیا ہے کہ جماعت احمدیہ آج بھی آنحضورؐ کی صحابیات کے نمونوں کو زندہ کئے ہوئے ہیں۔

پھر حضور انور نے حضرت عائشہؓ سے مروی ایک روایت بیان کی جس نے حضرت عائشہؓ کو بہت متاثر کیا۔ وہ یہ کہ

"حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کے ساتھ آئی تو میں نے اسے تین کھجوریں کھانے کے لئے دیں۔ تو اس نے دو کھجوریں اپنی بچیوں کو دے دیں اور ایک کھجور خود کھانے لگی اتنے میں ایک بچی نے کھجور کھالی اور ماں سے مزید کھجور مانگی تو اس عورت نے کھجور کے دو حصے کئے اور ایک ایک حصہ پھر دونوں بچیوں کو دے دیا اور خود کچھ بھی نہ کھایا۔ یہ بات مجھے بہت اچھی لگی میں نے اس کا ذکر حضورؐ سے کیا تو حضورؐ نے فرمایا وہ عورت جنتی ہے۔"

اسی طرح کی کئی اور نصیحت آموز روایات حضور انور نے بیان فرمائیں اور یہ خطاب پاکستانی وقت کے مطابق تقریباً شام 5:20 پر ختم ہوا۔ اس کے بعد حضور نے دعا کروائی۔

پروگرام کے مطابق اسی روز حضور انور کا دوسرے دن کا خطاب تھا۔ پاکستان کے وقت کے مطابق ٹھیک رات آٹھ بجے حضور مردانہ جلسہ گاہ میں تشریف لائے تو حاضرین نے کھڑے ہو کر نعروں کے ساتھ حضور کا استقبال کیا۔ کاروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم فیروز عالم صاحب نے کی اس کے بعد مکرم نصیر احمد قمر صاحب نے ترجمہ پیش کیا پھر مکرم فہیم احمد باجوہ صاحب مربی سلسلہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام پیش کیا۔

نشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائے گا
ارے اک اور جھوٹوں پر قیامت آنے والی ہے

حضور ایدہ اللہ کا تازہ منظوم کلام

اس کے بعد حضور ایدہ اللہ کا تازہ کلام مکرم طارق احمد طاہر صاحب نے پیش کیا۔ حضور نے فرمایا آج پاکستان سے آئے ہوئے پنجابی' پٹھان سندھی اور تھلوں سے آئے ہوئے افراد بڑے ذوق و شوق سے جلسہ سالانہ میں شامل ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے احمد فراز کی ایک نظم کی تضمین کی ہے۔ احمد فراز کے بارے میں فرمایا کہ بہت عظیم عہد ساز شاعر ہیں۔ جب یہ فصاحت و بلاغت کے آسمان کو چھوتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اس نظم کا ترجمہ بہت مشکل ہے اس لئے ترجمہ سننے والوں سے پیشگی معذرت اس نظم کا پہلا شعر یہ ہے۔

وہ روز آتا ہے گھر پر ہمارے ٹی وی پر
تو ہم بھی اب اسے انگلینڈ چل کے دیکھتے ہیں

حضور ایدہ اللہ کا دوسرے دن کا خطاب

اس کے بعد پاکستانی وقت کے مطابق حضور انور کا خطاب تقریباً 8:30 بجے شروع ہوا۔ حضور انور نے تشہد' تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورۃ النصر کی تلاوت فرمائی اس کے بعد فرمایا۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے بیان کا دن ہے اور اللہ نے جو غیر معمولی فضل ہمارے لئے مقدر فرمائے ہیں وہ آسمان سے بارش کی طرح برستے رہے ہیں۔ اس کی ایک جھلک آج پیش کرتا ہوں۔

حضور نے فرمایا آج خدا کے فضل سے 170 ممالک

میں باقاعدہ احمدیت کا پودا لگ چکا ہے۔ 1984ء میں جب میں ہجرت کر کے یہاں آیا تھا تو اس وقت ان ممالک کی تعداد 91 تھی۔ ان سولہ سالوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے 79 نئے ممالک میں یہ پودا لگا۔ اس سال بارہ نئے ممالک میں احمدیت کا پودا لگایا گیا جن کے نام یہ ہیں۔ سنٹرل افریقن ری پبلک' ساؤتھ سیشلز' سوازی لینڈ' بوٹسوانہ' نمیبیا' ویسٹرن صحارا' جبوتی' اریٹیریا' کوسوو' مناکو' انڈورا۔ ان میں پہلے نو ممالک کا تعلق براعظم افریقہ سے ہے۔ براعظم افریقہ میں کل 54 ممالک ہیں گزشتہ سال تک ان میں سے 45 ممالک میں احمدیت کا پودا لگ چکا تھا بقیہ نو ممالک میں اس سال یہ پودا لگ گیا ہے اس طرح براعظم افریقہ دنیا کا پہلا براعظم بن گیا ہے جس کے تمام ممالک میں احمدیت کا پودا لگ چکا ہے۔ اس کے بعد حضور نے ان 12 ممالک میں احمدیت کے قائم ہونے کی روداد پیش کی کہ یہ ممالک کن کن ملکوں کے ذمہ تھے اور انہوں نے کس طرح یہاں کوششیں کر کے احمدیت کا پودا لگایا۔

اس کے بعد حضور نے دیگر دورہ جات اور کامیابیوں کا ذکر فرمایا اور خدا تعالیٰ کی بے شمار نصرتوں اور فضلوں کی بارش کے واقعات سنائے۔

دعوت الی اللہ اور بیوت الذکر کے مراکز میں اضافے کے بارے میں حضور نے فرمایا کہ اس بارے میں افریقہ اور ہندوستان کی جماعتیں ساری دنیا پر بازی لے گئی ہیں۔ ان ممالک میں تھوڑے اخراجات میں بیوت الذکر بنائی جاسکتی ہیں۔ امریکہ میں 36' کینیڈا میں 10 امریکہ میں مزید دو بیوت الذکر کی تعمیر شروع ہے۔ جرمنی میں یکصد بیوت الذکر کا منصوبہ تیزی سے رواں دواں ہے۔ اگلے سال امید ہے کہ اللہ نمایاں کامیابی دے گا انشاء اللہ۔ پھر حضور نے قرآن کریم کے تراجم کے بارے میں ذکر کیا اور فرمایا کہ اس وقت تک 53 زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع ہو چکے ہیں 18 مزید زبانوں میں ترجمہ ہو رہا ہے۔ تین زبانوں میں مستند متر جمین کے نمونے منگوا کر چیک کئے جارہے ہیں امید ہے آئندہ تین سال میں کل تعداد 90 تک پہنچ جائے گی۔ بعض تراجم پر نظر ثانی کی جارہی ہے۔ اس کے علاوہ حضور انور نے جماعت کی طرف سے شائع ہونے والے مختلف لٹریچر کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اگلے سال کے اختتام سے پہلے دنیا کی 1/10 آبادی کو لٹریچر پہنچا دیا جائے گا۔ انشاء اللہ

اسی خطاب میں حضور انور نے امسال ہونے والی غیر معمولی بیعتوں کا بھی ذکر فرمایا اور فرمایا کہ صرف ہندوستان میں امسال 2,12,00,000 (دو کروڑ بارہ لاکھ) نفوس بیعت کر کے احمدیت میں شامل ہوئے ہیں۔ یوں جماعت کو جو اس سال 2 کروڑ کا ٹارگٹ دیا گیا تھا وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی واضح تعداد کے ساتھ پورا ہوا اور امسال کل 4,13,08,975 افراد نے احمدیت قبول کی۔ اس طرح حضور انور نے ان واقعات کو بیان کرتے ہوئے اپنے دوسرے دن کا خطاب ختم کیا۔

افریقہ کے دو بادشاہوں کا قبولِ احمدیت

خطاب ختم کرنے کے بعد حضور تشریف لے جانے لگے تو پھر سٹیج پر تشریف لائے اور اُس وقت آپ کے ساتھ افریقہ کے دو بادشاہ تھے جنہوں نے اس سال احمدیت قبول کی تھی۔ ان دونوں بادشاہوں کے زیر اثر لاکھوں احباب ان کے ساتھ احمدیت میں شامل ہوئے۔ حضور انور نے ان دونوں بادشاہوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کپڑا تحفہ میں پیش کیا اور تمام لوگوں نے حضرت

مسیح موعودؑ کا یہ الہام ظاہری طور پر پورا ہوتا دیکھ لیا کہ
"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔

اس پر دونوں بادشاہوں نے اپنے جذبات کا بھی اظہار کیا۔ اس طرح یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

جلسہ سالانہ کا تیسرا دن اور عالمی بیعت

مورخہ 30 جولائی بروز اتوار جلسہ کا تیسرا دن تھا۔ اس روز پروگرام کے مطابق شام 5 بجے عالمی بیعت تھی۔ حضور انور نے آٹھویں عالمی بیعت لی جس میں دنیا بھر کے احمدیوں نے ایم ٹی اے کے ذریعے شمولیت کی۔ حضور نے عالمی بیعت کے وقت حضرت مسیح موعودؑ کا سبز رنگ کا کوٹ پہنا ہوا تھا۔ بیعت کے وقت تمام حاضرین قطاروں میں بیٹھے ہوئے تھے اور پھر سب نے ایک دوسرے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی۔ حضور نے بیعت سے پہلے فرمایا۔ آج 4 کروڑ 13 لاکھ 8 ہزار 975 افراد اس عالمی بیعت میں شامل ہو رہے ہیں۔ حضور نے بیعت کے الفاظ انگریزی میں دہرائے۔ اور ساتھ ساتھ مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی کیا گیا۔ اس وقت تمام حاضرین پر ایک روحانی کیفیت طاری تھی اور رقت بھری آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ بیعت کے الفاظ دہرانے کے بعد حضور نے سجدہ شکر ادا کیا اور تمام احمدیوں نے آپ کی اقتداء میں یہ سجدہ کیا۔ اسطرح یہ بابرکت تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

حضور ایدہ اللہ کا تیسرے دن کا خطاب

30 جولائی چونکہ جلسہ سالانہ برطانیہ کا آخری دن تھا اس لئے اس روز حضور انور نے پروگرام کے مطابق اختتامی خطاب پاکستانی وقت مطابق رات آٹھ بجے ارشاد فرمایا۔ تلاوت اور ترجمہ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ نظم خوش الحانی سے پڑھی گئی۔

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے۔

اس کے بعد مکرم امیر صاحب برطانیہ نے درج ذیل سربراہان مملکت کے پیغامات انگریزی میں پڑھ کر سنائے۔ اور ساتھ اردو ترجمہ بھی سنایا۔

1- عزت مآب وزیراعظم برطانیہ
2- عزت مآب صدر مملکت بورکینافاسو
3- عزت مآب صدر مملکت تنزانیہ
4- عزت مآب گورنر جنرل طوالو
5- عزت مآب صدر مملکت گنی بساؤ

ان پیغامات کے بعد حضور انور نے اختتامی خطاب شروع فرمایا۔ یہ خطاب گزشتہ جلسہ سالانہ برطانیہ کے اختتامی خطاب کا ہی ایک تسلسل تھا۔ اس خطاب میں حضور انور نے حضرت مسیح موعودؑ کے رفقاء کی روایات کی روشنی میں سیرت حضرت مسیح موعودؑ بیان فرمائی۔ جو کہ تمام حاضرین و ناظرین کے لئے ازدیادِ ایمان کا باعث تھیں۔ اس کے بعد حضور نے دعا کروائی۔ اختتامی خطاب اور دُعا کے بعد حضور لجنہ کی مارکی میں تشریف لے گئے۔ حضور انور کے وہاں تشریف لے جانے کے بعد مختلف زبانوں میں لا الہ الا اللہ کے ترانے پیش کئے گئے۔ یہ ترانے اردو، غانین، بنگالی جرمن وغیرہ زبانوں میں پیش کئے گئے۔ آخر میں حضرت مصلح موعود کی لاالہ الا اللہ والی نظم کورس کی شکل میں پڑھی گئی۔ اس کے بعد حضور تمام لجنہ سے السلام علیکم کہہ کر باہر تشریف لے آئے۔ جہاں پر لوگوں کا بہت بڑا گروہ اپنے آقا کا دیدار کرنے کے لئے کھڑا تھا۔

حضور نے ہاتھ ہلا کر سب کے جذبات و عقیدت کا جواب دیا۔ اور یوں یہ جلسہ اپنی تمام کامیابیوں اور برکتوں کیساتھ اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔

☆......O......☆

مقالہ خصوصی تیسری و آخری قسط

غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے

براہین احمدیہ اور نواب صدیق حسن خان

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک روشن نشان

(مقالہ نگار۔ عاصم جمالی)

جب براہین احمدیہ شائع ہوئی تو اس کی ایک جلد حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے نواب صدیق خان صاحب کو بھی بھیجی...... نواب صدیق حسن خان صاحب کا ایک نمایاں علمی مقام و مرتبہ تھا' وہ متعدد کتب کے مترجم و مصنف تھے......اور والیۂ بھوپال نواب شاہجہان بیگم کے شوہر ہونے کی وجہ سے اب وہ نواب کہلانے یا سمجھنے بھی لگے...... یہی غرور تھا یا کوئی حسد تھا جس کی بناء پر انہوں نے یہ کتاب پھاڑ کر واپس بھیج دی...... اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ظاہر ہے کہ دُکھ ہوا......اور خدا کے بندوں کو جب دُکھ ہو تو خدا آسمان پر کیسے خاموش رہ سکتا ہے۔ مَنْ عَادَ لِی وَلِیاً فَقَدْ اذنتُه للحربِ

حضور کی زبان سے بے اختیار نکلا...... "اچھا تم گورنمنٹ کو خوش کرلو"۔ خدا کے اس ولی اور محبوب کے منہ سے نکلے ہوئے لفظ پیشگوئی کا رنگ اختیار کر گئے اور ایک نشان بن گئے...... اس کی تفصیلات سے بھرپور تحقیقی مقالہ مکرم و محترم عاصم جمالی نے لکھا ہے...... آپ کا نام قارئین کے لئے نیا نہیں ہے سلسلہ کے اخبارات و رسائل میں آپ کے تحقیقی مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں...... ادارہ محترم موصوف کا مشکور ہے...... چند ماہ قبل مقالہ نگار عارضہ قلب کی بناء پر صاحبِ فراش بھی رہے...... دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحتِ کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔ (مدیر خالد)

غالباً نواب صدیق حسن خان کو کتاب کھول کر دیکھنے پر حضرت اقدس کا الہام "فَكَادَ اَنْ يُعْرَفَ بَيْنَ النَّاسِ" سو عنقریب لوگوں میں مشہور کیا جائے گا۔(۳۰) اپنی تعریف اور شہرت کے بر خلاف معلوم ہوا کیونکہ مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ ان کی تعریف اور شہرت کے لئے اپنے رسالہ کے ذریعہ پراپیگنڈہ کرتے بلکہ بعض اوقات وہ انہیں مجدد چودھویں صدی بھی کہتے تھے۔ حضرت اقدس کا تو اس وقت کوئی دعویٰ نہ تھا۔ جبکہ نواب صدیق حسن خان چودھویں صدی کے مجدد کے نام پر آکر معنی خیز سکوت اختیار کر لیتے۔ اپنی سوانح حیات میں لکھتے ہیں دین کا صرف نام رہ گیا ہے اور اسلام ماضی کی ایک حکایت معلوم ہوتا ہے۔ صدر اول سے آج تک ہر صدی کے آخر یا اول میں مجددین ہوتے رہے ہیں۔.... بارہویں صدی کے اول میں سید احمد بریلویؒ اور ان کے خلفاء و مجددین ہوئے۔ اب چودھویں صدی شروع ہوئی۔ سال پنجم کا آغاز ہے اب تک کسی ملک میں کسی مجدد کا وجود معلوم

نہیں ہوا۔(۳۱) اسی طرح "تحفۃ الہند" کے مصنف نے آپ کو لکھا کہ تم مجدد دین ہو تم محی سنت ہو تم قامع بدعت ہو۔(ابقاء المنن بالقاء المحن صفحہ ۲۴۱ مصنفہ نواب صدیق حسن خان)

تو اپنی خاکساری کی دلیلیں دے کر آخر میں لکھ دیا میں اللہ سے یہی چاہتا ہوں کہ مجھے خط مذکور کے مضامین کا مصداق بنادے۔ (ابقاء المنن بالقاء المحن صفحہ ۲۴۳ مصنفہ نواب صدیق حسن خان)

اسی زعم باطل میں نواب صاحب نے براہین احمدیہ کی بے حرمتی کا ارتکاب کیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

بہر کیف یہ ۱۸۸۳ کا واقعہ ہے حضرت حافظ حامد علی صاحب کہتے ہیں کہ جب کتاب واپس آئی تو اس وقت حضرت اقدس اپنے مکان میں چہل قدمی کر رہے تھے. کتاب کی یہ حالت دیکھ کر کہ وہ پھٹی ہوئی ہے اور نہایت بری طرح سے اسے خراب کیا گیا ہے حضرت صاحب کا چہرہ متغیر ہوگیا. حضرت حافظ حامد علی صاحب کہتے تھے کہ میں نے اپنی ساری عمر میں حضرت صاحبؑ کو ایسی حالت میں نہیں دیکھا آپکے چہرہ کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے قلب میں ناراضگی کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ آپ بدستور اِدھر اُدھر ٹہلتے تھے اور خاموش تھے کہ یکایک آپکی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے :۔

"اچھا تم اپنی گورنمنٹ کو خوش کرلو" (حیات احمد جلد دوم نمبر دوم صفحہ ۴۶ مرتبہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی)

حضرت اقدس کا براہین احمدیہ جلد چہارم کا یہ جملہ "سو ہم بھی نواب صاحب کو امید گاہ نہیں بناتے۔ بلکہ امید گاہ خداوند کریم میں ہے اور وہی کافی ہے۔ خدا کرے گورنمنٹ انگریزی نواب صاحب پر بہت راضی رہے" بظاہر تو حلم پر دلالت کرتا ہے مگر جو دیکھا جاوے تو نواب صاحب کی بے عزتی اور تباہی اور امراض مہلکہ کی خبر دے رہا ہے۔(تذکرۃ المہدی، صفحہ ۲۰۰ مولفہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان ۱۹۱۵ء)

حضرت اقدس نے حقیقۃ الوحی میں جن نشانات کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے یہ بھی ایک نشان ہے جس کا بتفصیل تذکرہ کرنے کے بعد فٹ نوٹ میں تحریر فرمایا۔ "نواب صدیق حسن خان پر جو یہ ابتلا پیش آیا وہ بھی میری ایک پیشگوئی کا نتیجہ ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے انہوں نے میری کتاب براہین احمدیہ کو چاک کر کے واپس بھیج دیا تھا۔ میں نے دعا کی تھی کہ ان کی عزت چاک کر دی جائے سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔(حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۷۰)

ابتلاء کا آغاز

ان دنوں ریاست بھوپال کے ریذیڈنٹ سر لیپل گریفن تھے۔ جنہوں نے کتاب "رؤسائے پنجاب" لکھی ہے۔

ریذیڈنٹ کی رائے نواب صاحب کے بارے میں نہایت خطرناک تھی۔ ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ریذیڈنٹ کی طرف سے ایک سیاسی مقدمہ قائم ہوگیا۔

جس کے نتیجہ میں خطابات واختیارات سے علیحدگی تجویز ہوئی۔ ۲۸ اگست ۱۸۸۵ء کو فرد جرم عاید کی گئی، الزامات درج ذیل تھے۔

۱۔ ترغیبِ جہاد اور گورنمنٹ کی مخالفت

۲۔ مذہب وہابیت کی ترغیب

۳۔ رئیسہ عالیہ کو پردہ نشین بنا کر مدد دہی رئیسہ کے نام پر تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لینا۔

۴۔ جاگیرات کی ضبطی

۵۔ سختی بندوبست

۶۔ نواب قدسیہ بیگم کو رئیسہ عالیہ کا مخالف کرنا

۷۔ رئیسہ عالیہ اور نواب ولی عہد میں ناموافقت پیدا کرنا

(تراجم علمائے حدیث ہند' صفحہ ۴۹۴ جلد اول مولفہ ابویحیي امام خان نوشہروی)

نواب صدیق حسن خان صاحب اس ابتلاو خفت کو کس نظر سے دیکھتے تھے اس کا اندازہ ان کے اس بیان سے ہو سکتا ہے :۔

"سچ پوچھو تو یہ خفت آفت ہمارے ضعف ایمان اور قلب ایقان کی وجہ سے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارا بلند رتبہ ہوتا تو کبھی اس حالت کذائی کو ہمارے لئے کافی نہ سمجھا جاتا۔"

(ابقاء المنن...)

وہ شہر یعنی بھوپال، اور اس کے اہالیان، یہاں تک کہ رئیسہ عالیہ کے بارے میں سخت اور طنزیہ باتیں نواب صاحب نے اس مقدمے کے بعد لکھنی شروع کر دیں،...وہی بھوپال جو پہلے امن اور ایمان کی جائے پناہ تھی اب انکے نزدیک دارالفاسقین ہے، رئیسہ عالیہ جو صائب الرائے اور انتہائی نیک دل اور خدا کی ایک نعمت تھی اب راندۂ درگاہ ہے.... الغرض عجیب متضاد خیالات کا اظہار نواب صاحب نے کرنا شروع کر دیا

جس کی تفصیل ان کی اپنی خود نوشت میں جابجا ملتی ہے...

نواب صاحب پر اس دورِ پُر آشوب میں درس و تدریس کی بھی کی پابندی لگ گئی اس بندش کا ذکر سنیئے۔

"میں مغرب اور عشاء کے درمیان اپنے بڑے لڑکے کو سنت، فقہ اور تفسیر کی کتابیں پڑھایا کرتا تھا۔ اس درس میں دو چار اہل علم بھی شریک مذاکرہ رہتے تھے۔ دراندازلوگوں نے اسے امر غیر واقع پر محمول کر کے نوبت یہاں تک پہنچائی کہ چاروناچار اس درس و مذاکرہ سے دست بردار ہونا پڑا...... اب پانچ سال کی مدت سے درس بند ہے۔

(ابقاء المنن...)

نقل مکانی کر جانا نواب صاحب کے جی میں سمائی مگر..........

اب جو اس بلا میں پھنس گیا ہوں اور نقل مکانی کرنا چاہتا ہوں تو کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی ہے چاروناچار تقدیر پر صبر کر رہا ہوں۔ (ابقاء المنن...)

بھوپال کے لوگوں سے اس قدر ناامید ہوتے ہیں کہ لکھتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے اس جگہ سب کے دِلوں سے صدق و راستی کے نور کو چھین لیا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔" (ابقاء المنن...)

بھوپال میں نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنے اور اہل خانہ کے لئے ایک مکان (نور محل) تعمیر کرایا۔ اس پر تین لاکھ تین ہزار کی رقم صرف ہوئی۔ جب نوابی خطاب

واپس ہوا اور توپوں کی سلامی موقوف ہوئی تو نواب صاحب شاہی حویلی (تاج محل) سے اپنے ذاتی مکان (نور محل) میں منتقل ہو گئے لیکن صرف رات بسر کرنے کے لئے تاج محل آیا کرتے تھے۔ (ارباب علم و فضل، صفحہ ۱۸۸ مولفہ حاجی محمد ادریس بھوجیانی)

نواب صدیق حسن خان اپنی ایمانی کیفیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

اگر اللہ نے یاس کو کفر نہ فرمایا ہوتا میں بالکل مایوس ہو چکا تھا۔

(ابقاء المنن ...)

اپنی ناامیدی کی حالت میں نواب صدیق حسن خان نے بڑی انکساری سے حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ حضرت اقدس کے الفاظ میں ان کا احوال یہ ہے :۔

"کہ میں ان کے لئے دعا کروں تب میں نے اس کو قابل رحم سمجھ کر اس کیلئے دعا کی تو خدا تعالیٰ نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ :۔

"سرکوبی سے اس کی عزت بچائی گئی"

میں نے یہ اطلاع بذریعہ خط ان کو دیدی اور کئی اور لوگوں کو بھی جو ان دنوں میں مخالف ہیں یہی اطلاع دی چنانچہ منجملہ ان کے حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر حال پنشنر ساکن امرتسر اور مولوی محمد حسین بٹالوی ہیں۔ آخر کچھ مدت کے بعد ان کی نسبت گورنمنٹ کا حکم آگیا کہ صدیق حسن خان کی نسبت نواب کا خطاب قائم رہے۔ (حقیقة الوحی)

حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر حال پینشر ساکن امرتسر جن کو حضرت اقدس نے بطور گواہ کے لکھا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نواب صدیق حسن خان کے قریبی مصاحبین میں سے تھے۔ چنانچہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی لکھتے ہیں۔

حافظ محمد یوسف نے مجھ سے کہا تھا کہ جب کوئی تدبیر کارگر ہوتی نظر نہ آئی تو ...... (حافظ محمد یوسف نے) مشورہ دیا (نواب صدیق حسن خان کو) کہ مرزا صاحب سے دعا کرائی جاوے۔

چنانچہ مولوی ابوسعید محمد حسین نے بھی کہا اور مجھے بھی اس کام پر مقرر کیا گیا اور مولوی محمد حسین نے بھی سفارش کی کہ نواب صاحب پر آفت آجانے کی وجہ سے بہت بڑا نقصان ہوگا اور ان کی دینی خدمات کو پیش کیا۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے جب حاضر ہو کر عرض کیا تو حضرت اقدس نے اوّل دعا کرنے سے انکار کر دیا اور براہین کا واقعہ بیان کر کے یہ بھی فرمایا کہ وہ خدا کی رضا پر گورنمنٹ کی رضا کو مقدم کرنا

چاہتے تھے اب گورنمنٹ کو راضی کرلیں۔ موحد ہونے کا دعویٰ کر کے ایک زمینی حکومت سے خوف اور وہ بھی دین کے مقابلہ میں جس میں خود اس حکومت نے ہر قسم کی آزادی دے رکھی ہے۔ اس پر بہت دیر تک تقریر کرتے رہے۔ چونکہ مجھ پر مہربانی فرماتے تھے اور میں نے بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ عرض کرتا ہی رہا نواب صاحب کی طرف سے معذرت بھی کی آخر حضرت صاحب نے دعا کرنے کا وعدہ فرمالیا اور میں تو اسی غرض کے لئے آیا تھا جب تک آپ نے دعا نہ کردی اور یہ نہ فرمایا کہ مینے دعا کردی وہ توبہ کریں خدا تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے وہ رحم فرمائے گا اور فرمایا:۔

"حکومت کے اخذ سے بچ جاویں گے"۔

(میں کہتا ہوں کہ یہ حضرت اقدس کے ارشاد کا مفہوم ہے جو حافظ صاحب نے بیان کیا۔ عرفانی)

اس کے بعد مینے (حافظ محمد یوسف صاحب) براہین احمدیہ کی خریداری کے لئے نواب صاحب کی طرف سے درخواست کی آپ نے اسے منظور نہ فرمایا ہر چند عرض کیا گیا آپ راضی نہ ہوئے۔ فرمایا مینے (حضرت اقدس) رحم کر کے ان کے لئے دعا کردی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ اس عذاب سے بچ جائیں گے۔

میرا یہ فعل شفقت کا نتیجہ ہے ایسے شخص کو جس نے اس کتاب کو اس ذلت کے ساتھ واپس کیا میں اب کسی قیمت پر بھی کتاب دینا نہیں چاہتا یہ میری غیرت اور ایمان کے خلاف ہے۔ ان لوگوں کو جو میں نے تحریک کی تھی خدا تعالیٰ کے مخفی اشارہ کے ماتحت اور ان پر رحم کر کے کہ یہ لوگ دین سے غافل ہوتے ہیں (امراء کی حالت ایمانی کا عمومی تذکرہ ہے نواب صاحب بھی اس سے مکمل بری الذمہ نہیں ۔ناقل) براہین کی اشاعت میں اعانت ان کے گناہوں کا کفارہ ہوجاوے اور خدا تعالیٰ انہیں کسی اور نیکی کی توفیق دے ورنہ میں نے ان لوگوں کو کبھی امید گاہ نہیں بنایا۔ ہماری امید گاہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی کافی ہے۔

حافظ صاحب کہتے تھے کہ پھر زیادہ زور دینے

سے میں خود بھی ڈر گیا اور واپس چلا آیا حضرت کی دعا قبول ہو گئی اور نواب صاحب حکومت کے اخذ سے بچ گئے اور نوابی کا خطاب بھی بحال ہو گیا مگر جیسا کہ حضرت اقدس کے الفاظ سے معلوم ہوتا تھا کہ حکومت کے اخذ سے بچ جاوینگے وہ اس مصیبت سے بچائے گئے لیکن موت نے ان کا خاتمہ کر دیا۔ (حیات احمد جلد دوم نمبر دوم صفحہ ۴۶۔۴۷ مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی)

نواب صاحب کا فروری ۱۸۹۰ء کو نہایت درجہ ایذا سے مرض استسقاء سے انتقال ہو گیا۔

(ابقاء المنن...)

آپ کی قبر بھوپال میں ہے اور کمر تک اونچی کر کے محفوظ کر دی گئی ہے۔ کوئی عمارت یا چھت وغیرہ نہیں۔

(ابقاء المنن...)

نواب صاحب کثیر التعداد مصنف تھے۔ اور انہیں اپنی تصنیفات پر بے حد فخر بھی تھا۔ نواب صاحب تعداد گنواتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

میری مستقل تصانیف کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے۔ پھر بعض کتابیں کئی کئی مجلدات پر مشتمل ہیں مثلاً تفسیر "فتح البیان" متوسط درجہ کی دس جلدوں میں ہے۔ عون الباری شرح تجرید صحیح بخاری متوسط درجہ کی چار جلدوں میں ہے۔ سراج وہاج شرح تجرید صحیح مسلم بن الحجاج دو ضخیم جلدوں میں ہے۔... اگر چھوٹے بڑے تمام رسائل کا شمار کیا جائے تو پھر میری تالیفات تین سو سے بھی زیادہ ہیں.......... (ابقاء المنن...)

یہاں ضمناً ذکر کرتا چلوں کہ

نواب صدیق حسن خان بھوپال کے جمع کردہ علماء میں سے ایک عالم بھوپال کی نوکری چھوڑ کو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود مہدی موعود کے قدموں میں بھی آیا تھا۔ ان کا نام نامی مولوی محمد حسن صاحب امروہی تھا۔ موصوف نواب شاہ جہاں بیگم کی کتاب "تہذیب النسواں" کے مسودہ پر نظر ثانی کرنے والے علماء میں شامل تھے۔ (تہذیب النسواں، مصنفہ نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ صفحہ ۱۷)

استوی علی العرش کے بارہ میں ایک مضمون "مجلۃ جامعہ احمدیہ" ربوہ کے جولائی اگست ستمبر ۱۹۶۵ء کے شمارے میں راقم الحروف کے پیش نظر تھا۔ جو سید میر محمود احمد ناصر صاحب کے قلم سے لکھا گیا تھا۔ اور خیال تھا کہ نواب صدیق حسن خان کی کتاب الاحتواء علی مسئلۃ الاستواء کے ساتھ ایک تقابلی موازنہ کر دیا جائے لیکن کتاب مذکور کے صفحہ نمبر ۳ پر نواب صاحب نے لکھ دیا کہ جس کو اس مسئلہ پر دلائل سے آگاہ ہونا منظور ہو وہ ان کے رسالہ انتقاد فی شرح الاعتقاد (عربی) مطبوعہ ۱۲۸۴ھ کو دیکھے۔ فی الحال رسالہ مذکور میسر نہیں آسکا یہ مطالعہ ناچیز کسی دوسری نشست پر ملتوی کرتا ہے۔ رسالہ مذکور پر نواب صاحب کا نام اس طرح درج ہے "تصنیف لطیف امیر المومنین امام المسلمین عمدۃ المفسرین زبدۃ المحققین ناصر دین سید المرسلین ذوالمناقب والمناصب مولانا و سیدنا نواب محمد صدیق حسن۔

نوٹ از مُدیر

نواب صدیق حسن خان کی "تصنیفات" کے بارے میں صرف ایک بات لکھ کر مضمون ختم کیا جارہا ہے کہ علماء

کے درمیان یہ موضوع زیرِ بحث رہا ہے کہ کیا واقعی یہ ان کی اپنی ہی تحریر کردہ ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ :-

☆ایسی کتب کے تراجم کر لئے ہیں جو بر صغیر میں دستیاب نہیں تھیں، اور اپنی تصنیف کے طور پر پیش کر دیا گیا۔

☆اور یہ کہ بہت سارے علماء کو وظائف دے کر ان سے کتب لکھوا کر.... اپنے نام سے شائع کروا دیں... ان سب امور کی تائید میں بے شمار دلائل کتابوں میں مذکور ہیں، لیکن وہ ایک الگ مضمون کے متقاضی ہیں....

زیرِ نظر مضمون میں تو صرف یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی ایک پیشگوئی، آپ کی صداقت کا روشن نشان، ان صاحب کی ذات میں کس طرح پورا ہوا۔ اور، ایک نواب، ایک عالم، ایک "مجدد" بھی جب خدا کے اس محبوب بندے کے سامنے آ کھڑا ہوا... تو خدا نے اپنے بھیجے ہوئے، اپنے فرستادہ، کی تائید کر کے بتا دیا کہ کون اُس کی طرف سے ہے... اور کون اپنے نفس کی طرف سے....

اظہار تشکر

اس مضمون کی تیاری میں میں اپنے فاضل احباب جناب مرزا خلیل احمد قمر صاحب، جناب حمید الدین اور انوار رسول صاحب، کی معاونت کے لئے سراپا سپاس ہوں۔

خدا تعالیٰ ہر دو کو جزائے خیر سے نوازے (آمین)

☆☆☆

(بقیہ از صفحہ نمبر 41)

☆......استاد (شاگرد سے) "تم کل پانچ نئے الفاظ گھر سے سیکھ کر آنا۔"

شاگرد: "جی اچھا"۔ شاگرد نے گھر جا کر اپنے والد صاحب سے کہا کہ مجھے پانچ نئے الفاظ سکھا دیں۔ والد نے اُس کو کہا کہ۔ بیٹا تم یہ پانچ الفاظ یاد کر لو۔

نو۔ یس۔ گھی کا ٹین۔ سپر مین۔ مولا بخش۔

اگلے دن استاد نے اُس سے پوچھا کہ تم سوال یاد کر کے آئے ہو؟

شاگرد: "نو" (نہیں)

استاد: "مار کھانے کا ارادہ ہے"

شاگرد: "یس" (استاد سے ایک تھپڑ پڑتا ہے)

استاد: "تم نے سکول کو کیا سمجھ رکھا ہے؟"

شاگرد: "گھی کا ٹین" (پھر مار پڑتی ہے)

استاد: "تم اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو؟"

شاگرد: "سُپر مین"

استاد:۔ "تم مجھے نہیں جانتے میں کون ہوں"

شاگرد: "مولا بخش"

☆۔ میرے دادا انتقال کے وقت میرے لئے پانچ لاکھ روپے چھوڑ گئے تھے "ایک لکھ پتی نے اپنے غریب دوست سے کہا۔ "یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں۔ جب میرے دادا فوت ہوئے تھے تو وہ میرے لئے پوری دنیا چھوڑ گئے تھے کہ جاؤ محنت کرو اور جتنی چاہے دولت حاصل کرو۔" اس غریب دوست نے جواب دیا۔

❋❋❋

آپ کیا جانتے ہیں؟

نمبر شمار	سوال	جواب نمبر (۱)	جواب نمبر (۲)	جواب نمبر (۳)
1	آنحضرتؐ پر پہلی وحی کس مہینہ میں نازل ہوئی؟	محرم	رمضان	صفر
2	"عام الحزن" میں حضرت خدیجہؓ کے علاوہ کس دوسری شخصیت کی وفات ہوئی؟	حضرت یاسرؓ	حضرت سمیہؓ	حضرت ابو طالبؓ
3	حضرت خدیجہؓ کے بعد حضورؐ کی شادی کس سے ہوئی؟	حضرت عائشہؓ	حضرت سودہؓ	حضرت میمونہؓ
4	سونے کے کنگن پہنانے کا وعدہ حضورؐ نے کس کو دیا؟	حضرت سراقہ بن مالکؓ	حضرت کعب بن مالکؓ	حضرت ابو طلحہ انصاریؓ
5	"شیخین" کسے کہتے ہیں؟	حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ	حضرت عمرؓ و حضرت ابو بکرؓ	حضرت علیؓ و حضرت عثمانؓ
6	امسال جلسہ سالانہ برطانیہ میں حضور نے دوران سال ہونے والی بیعتوں کا اعلان فرمایا۔ تعداد بتائیں؟	4 کروڑ 13 لاکھ 9 سو چھتر	4 کروڑ	4 کروڑ 2 لاکھ
7	حضرت مصلح موعود اوائل میں اپنی نظموں میں کیا تخلص استعمال کیا کرتے تھے؟	شاد	محمود	بشیر
8	حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا وطن ثانی کس شہر کو قرار دیا ہے؟	کپور تھلہ	لاہور	سیالکوٹ
9	حضرت مصلح موعود نے کس شہر کو اپنا وطن ثانی قرار دیا ہے؟	لاہور	ربوہ	ڈلہوزی
10	حضرت مسیح موعودؑ کے الہام میں "شیخ عجم" کس کو قرار دیا گیا ہے۔	حضرت شہزادہ عبداللطیف صاحب شہید	حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی	حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی

11	"سکنڈے نیویا" میں کتنے ممالک شامل ہیں ؟	5	4	3
12	"کیمپ ڈیوڈ" جگہ کس ملک میں واقع ہے ؟	برطانیہ	مصر	امریکا
13	بنگلہ دیش کا دارالحکومت کونسا ہے ؟	کھٹمنڈو	ڈھاکہ	چٹاگانگ
14	"الفضل انٹرنیشنل" کہاں سے شائع ہوتا ہے ؟	ربوہ	قادیان	لندن
15	"مرآۃ العروس" کس کی تصنیف ہے ؟	ڈپٹی نذیر احمد	علامہ میر حسن	عبدالحلیم شرر
16	حضرت صالحؑ کی قوم کا نام کیا ہے ؟	عاد	ثمود	اصحاب الایکہ
17	"راکاپوشی" کیا ہے ؟	پہاڑ	جھیل	شہر
18	ربوہ کا افتتاح کب ہوا؟	20 ستمبر 1948	20 ستمبر 1947	20 ستمبر 1949
19	ربوہ میں پہلا جلسہ سالانہ کب ہوا؟	1948	1949	1950
20	"خواب گل پریشاں ہے" کس شاعر کا مجموعہ کلام ہے ؟	احمد فراز	فیض احمد فیض	ساحر لدھیانوی

جواب صفحہ نمبر 45 پر دیکھیں

مقابلہ معلومات نمبر 2

۱۔ آنحضرتؐ کے اس صاحبزادے کا نام بتائیں جو سب سے آخر میں فوت ہوئے؟

۲۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تین عربی کتب کے نام لکھیں؟

۳۔ حدیث قدسی سے کیا مراد ہے؟

۴۔ امام رازی کا پورا نام اور وجہ شہرت بتائیں؟

۵۔ حیات قدسی کیا ہے؟

۶۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کے بانی کا نام بتائیں؟

۷۔ سویز کینال کے علاوہ کونسی نہر دو سمندروں کو ملاتی ہے؟

۸۔ گوئٹے کس زبان کا شاعر ہے؟

۹۔ نوبل انعام یافتہ رابندر ناتھ ٹیگور کس زبان کا شاعر ہے؟

۱۰۔ لاؤ تو قتل نامہ مرا میں بھی دیکھ لوں
کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی (یہ کس کا شعر ہے)

☆ جوابات 15 اکتوبر 2000ء تک ایوان محمود ربوہ کے پتہ پر بھجوادیں۔ درست جواب بھیجنے والے پہلے پانچ احباب کو انعام دیا جائے گا۔ (مدیر)

عجب تھا عشق اس دل میں

ایک مخلص اور باوفا کارکن سلسلہ مکرم مبارک احمد خالد صاحب

(مدیر خالد)

جلسہ سالانہ کے دن تھے، ان دنوں میں جماعت کے بعض دفاتر عارضی طور پر یہیں جلسہ گاہ کے قریب منتقل ہو جاتے تھے، ان میں سے ایک دفتر رسالہ خالد و تشحیذ کا ہوتا تھا، استاذی المکرم منیر احمد جاوید صاحب (پرائیویٹ سیکرٹری حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) جو کہ رسالہ خالد کے نائب مُدیر تھے، مجھے کہنے لگے کہ آؤ تمہیں ایک بندے سے ملواؤں....... مجھے وہ اس عارضی خیمے میں لگے ہوئے دفتر میں لے گئے، اندر داخل ہوئے، قدرے اندھیرا محسوس ہوا۔ رسالوں کے بنڈل ترتیب سے پڑے ہوئے تھے اور قریب ہی قدرے پرانا سا کمبل اوڑھے ہوئے ایک صاحب لیٹے ہوئے تھے جو کہ ہماری آمد سے بیدار ہو چکے تھے یا پہلے سے ہی جاگ رہے ہونگے لیکن آنکھیں بند تھیں، اور ہمارے آنے کے بعد انہوں نے کھولی تھیں..... ان کے اٹھنے کے بعد میں نے ان سے مصافحہ کیا، ہاتھ گرم تھے، میں نے منیر احمد جاوید صاحب سے کہا کہ انہیں تو بخار ہے اور یہ ہیں کون، جن سے آپ ملوانے لائے ہیں........ کہنے لگے کہ یہ مبارک احمد خالد صاحب ہیں ان رسالوں کے مینیجر اور پبلشر، جلسہ سالانہ کے اس خصوصی نمبر کی تیاری کے سلسلہ میں بار بار لاہور آنے جانے کی وجہ سے انہیں کئی دنوں سے بخار آ رہا ہے لیکن ہمارے کہنے کے باوجود یہ آرام نہیں کر رہے کہ اب جلسے کے بعد ہی کروں گا اور کل بخار میں ہی یہ لاہور گئے ہیں اور ابھی آج صبح صبح لاہور سے پہنچے ہیں یہ رسالے لے کر، یہ میرا پہلا تعارف اور ملاقات تھی محترم مبارک احمد خالد صاحب سے۔ اور میرے دل میں ان کے بارے میں ایک عزت اور احترام کا جو مقام پیدا ہوا وہ پھر آخر وقت تک قائم رہا، بڑھا تو سہی لیکن کم نہ ہوا۔ بعد میں میرا ان سے کئی طرح واسطہ رہا، رسالے کا مدیر، اشاعت کمیٹی کا ممبر اور پھر مہتمم اشاعت کی حیثیت سے ان کے دفتر کا نگران بھی، لیکن میرا یہ تأثر پھر کم نہ ہو سکا، ان کی عزت اس حوالے سے ہمیشہ قائم رہی اور ہمارا تعلق ایک دوست، بھائی کی حیثیت سے قائم ہوا، ہر چند کہ کبھی کبھی، دفتری معاملات کی بناء پر ہمارا اختلاف ہوتا، لیکن مبارک صاحب کو کوئی پریشانی ہوتی تو میرے ساتھ ذکر کرتے

مبارک صاحب روزانہ اخبار فروخت کرنے کے لئے بسوں کے اڈے پر اپنا سٹال لگایا کرتے تھے، چھٹی کے روز بہشتی مقبرہ جاتے ہوئے میں اُنہیں کہہ جاتا کہ واپسی پر میں رکوں گا تو وہ بہت اہتمام سے چائے تیار کرواتے، ہم دونوں چائے پیتے اور پھر مبارک صاحب باتیں کرتے، دفتر کی باتیں، اپنے دل کی باتیں، سارا دل کا غبار نکالتے... اس کے ساتھ ساتھ وہ ماحول کے بارے میں بھی بتاتے جس سے مجھے احساس ہوتا کہ مبارک صاحب کو صرف خدام الاحمدیہ سے ہی نہیں بلکہ پورے نظام سے گہری محبت ہے اور وہ ہر جگہ اپنے آپ کو ایک ذمہ دار احمدی کی حیثیت سے

ہی دیکھتے ہیں........

محترم مبارک صاحب چنیوٹ کے رہنے والے تھے اور ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی، جب ہم چنیوٹ عدالت میں پیشیوں پر جاتے تو مجھے اپنے سکول کے بارے بتاتے کہ یہ وہ سکول تھا، اور یہ وہ جگہ ہے جہاں گرمیوں کی چھٹیوں میں ہم طوطے پکڑا کرتے تھے، میٹرک کے امتحان کے بعد مبارک صاحب نے روزنامہ "الفضل" کے دفتر میں بطور مددگار کارکن کام کرنا شروع کر دیا، اور یہاں سے کچھ دیر کام کرنے کے بعد دفتر خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں آ گئے، یہاں کچھ دیر کام کرنے کے بعد "نائب معتمد" کے عہدے پر آپ کا تقرر ہو گیا اور یہ وہ زمانہ ہے جب انہیں ہمارے موجودہ امام ہمام کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا، کیونکہ حضور انور اس وقت صدر خدام الاحمدیہ تھے، اور بحیثیت نائب معتمد ڈاک وغیرہ اور متعدد دفتری امور سرانجام دینے کے لئے انہیں حضور انور کی راہنمائی میں کام کرنے کی سعادت ملتی، اس دور کا تذکرہ مبارک صاحب بہت فخر سے کیا کرتے تھے، اور اس میں کیا شک ہے کہ انہیں فخر ہونا ہی چاہئے تھا، اور اسی قوتِ قدسیہ کا ہی فیضان تھا کہ جس نے مبارک صاحب کی زندگی میں دیانت، امانت، خلوص اور وفا کے وہ رنگ بھرے کے زمانے کی گردشوں نے ان کو پھیکا نہیں پڑنے دیا، ابتلاؤں کی بھٹی میں پڑنے کے بعد وہ رنگ اور پختہ ہو گیا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ رنگ اور 'چوکھا' ہوا۔

۱۹۶۹ء میں سید عبدالباسط صاحب کی وفات کے بعد مبارک صاحب کو خالد اور تشحیذ الاذہان کا مینیجر بنا دیا گیا اور یوں دفتر اشاعت میں آپ آ گئے، ۱۹۷۶ء میں محترم شفیق قیصر صاحب (جو کہ اس وقت مہتمم اشاعت اور دونوں رسالوں کے پبلشر بھی تھے) کی بیرونِ ملک شہادت پر مبارک صاحب کی ان رسالوں کے پبلشر کے طور پر بھی منظوری لے لی گئی اور اس طرح آپ نے پھر آخری وقت تک ان ذمہ داریوں کو نبھایا، فَجَزَاهُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاء

حضرت مسیح موعودؑ نے احمدیت کو مستقبل میں ملنے والی ترقیات اور اموال میں برکت کا ذکر فرمایا ہے لیکن ساتھ یہ بھی فرمایا کہ دیانتدار لوگ بھی ہوں...... کیونکہ روپیہ اور دولت ایک بہت بڑا امتحان ہے، بڑے بڑے امتحانوں میں سے سلامت گزر جانے والوں کے لئے بھی چند کٹھن مقامات میں سے ایک یہ مقام ہے کہ روپیہ آپ کے پاس ہے کوئی نگرانی نہیں اور پھر بھی دیانت امانت کی راہ پر چلنا یہ صحیح روح ہے دیانتداری کی...

مبارک خالد صاحب کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک دیانتدار شخص تھے اور دیانتداری کے معاملہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی اس خواہش اور دعا پر پورا اُترتے تھے۔ اور یہ بات میں صرف سرسری طور یا مبالغہ آرائی یا جانے والے کی خاطر کوئی خوبی منسوب کرنے کے لئے نہیں کہہ رہا، بلکہ میرا پندرہ سال سے زائد عرصہ کا ان کے ساتھ ایک تعلق رہا ہے اور چونکہ خود میں ایسے معاملات میں کافی محتاط ہوں اس لئے میری گہری نظر رہی ہے، پھر ان کے ساتھ مختلف پریسوں press میں جانا اور اس طرح کے دوسرے دفاتر میں جانے کا موقعہ ملا ہے جہاں قدم قدم پر ایسے مواقع ہیں کہ اگر خوفِ خدا نہیں، اپنے نیک مستقبل اور صالح اولاد کا فکر نہیں تو روپے کو بددیانتی سے حاصل کرنا کوئی مشکل نہیں، چند سالوں سے تو میرا اپنا واسطہ ہے..... ہماری قوم کا مزاج ہی عجیب بن چکا ہے، بل بناتے ہیں تو پہلے پوچھ لیں گے کہ سر! کتنی رقم کا بل بناؤں؟

بھئی جتنے پیسے لو گے اُتنے کا، اور کتنے کا،

جی نہیں، میں نے پوچھ لینا مناسب سمجھا، آخر خرچ وغیرہ بھی تو نکالنا ہوگا، آپ نے... اور بعض تو باقاعدہ کمیشن کی پیشکش بھی کرتے، ایک دوکاندار کو میں نے بتایا کہ میں ربوہ سے آتا ہوں اور یہ کہ ہمارے دفتر گورنمنٹ کے دفاتر کی طرح نہیں ہوتے، اس طرح اس کو تعارف بھی ہو گیا۔

الغرض ان سب "سہولتوں" کے باوجود میں نے مبارک صاحب کو دیکھا کہ ان کے قدم نہیں ڈگمگائے۔

مبارک صاحب کو سلسلے کے پیسے کا بہت خیال ہوتا لاہور جب جاتے تو ایک تو سارا دن وہاں کھڑے ہو کر کام کرواتے، رسالے اور کتابیں چھپوانے کے لئے یہ بھی کیا جاتا ہے کہ مطلوبہ کام ان لوگوں کو دے دیا جائے اور خود واپس آجائیں یا اور کام کرتے رہیں، اور ظاہر ہے کہ ایسے کاموں میں کئی نقص رہنے کا احتمال ہوتا ہے، لیکن مبارک صاحب اپنی تسلی کرنے کے لئے سارا وقت خود کھڑے ہو کر کام کرتے اور اچھی طرح دیکھ بھال کرنے کے بعد آتے، اور اس دوران انہیں کھانے کی بھی ہوش نہ ہوتی، اور پھر ایک اور احتیاط یہ کرتے کہ کھانا وہاں سے نہیں کھاتے تھے کہ یہ لوگ اس کے پیسے بھی ہمارے بل میں ڈال دیں گے، اور ایسے مواقع پر عموماً مکرم برادرم شیخ طارق محمود پانی پتی صاحب نے ہی کھانے کا اہتمام کیا ہوتا تھا۔ اب جب کام کروالیتے تو بل کی ادائیگی کا مرحلہ آتا اکاؤنٹنٹ جب بل دیتا تو مبارک صاحب اب باقاعدہ بحث کرتے کہ یہ بل زیادہ ہے اسے کم کریں، وہ کہتا کہ میں نے پہلے ہی کم کر دیا ہے اور ساتھ ہنس کر کہتا کہ مبارک صاحب ایک تو سارا دن آپ کا کام کیا اور یہ کہنے میں اشارہ یہ ہوتا تھا کہ جتنی دیر میں آپ کا یہ کام کیا ہے اتنی دیر میں ہم دگنا کام کر لیتے ہیں اور واقعی اسمیں کوئی شک نہیں، خیر مبارک صاحب نہ مانتے اور وہ بل اب جو انچارج ہے یا مالک، اسکے پاس جاتا، وہ پوچھتا کہ کس کا بل ہے، کہا جاتا کہ مبارک صاحب کا بل ہے اور مزید کم کرنے کا کہہ رہے ہیں، وہ مسکراتا اور کمی کر دیتا۔ مجھے احساس ہوا کہ مبارک صاحب چونکہ لمبے عرصے سے ان سے کام کروا رہے تھے اور دیانتداری کا ایک اپنا رعب ہوتا ہے اس لئے وہ لوگ بہت عزت کرتے... میں نے ایک مرتبہ مبارک صاحب سے پوچھا کہ آپ نے سارا دن اس پیسٹر کو مصروف رکھا اور کافی اصرار کر کے اور پیسے کم بھی کروائے، آپ دے دیتے کہنے لگے کہ یہ لاکھوں کا کام کرتے ہیں میں چند سو روپے کم دے بھی دوں تو انہیں تو کوئی نقصان نہیں لیکن ہمارے دفتر کو فائدہ ہو جائے گا

یہ تو بات تھی بے گانوں کی' اب میں اپنوں کے بارے میں ایک چشمدید واقعہ لکھتا ہوں کہ کس طرح پیسہ پیسہ کا فکر مبارک صاحب کو ہوتا اور سلسلہ کے پیسے کا کتنا درد ہوتا تھا۔

ضیاء الاسلام پریس کے مینیجر مکرم قاضی منیر احمد صاحب جو کہ ہمارے دونوں رسالوں کے پرنٹر بھی ہیں اور مبارک خالد صاحب کے دوستوں میں سے ایک بے تکلف دوستوں میں سے 'میں جب دفتر آتا تو قاضی صاحب اگر ہوتے تو دونوں گپ شپ لگا رہے ہوتے' چائے پی جا رہی ہوتی اور بہت خوشگوار ماحول ہوتا اور قاضی صاحب ہر ماہ عموماً دو تین مرتبہ چکر لگا لیا کرتے تھے' بہت ہی بے تکلف دوست تھے دونوں۔

ایک مرتبہ میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ قاضی صاحب موجود تو ہیں لیکن وہ خوشگوار موڈ دونوں کے نہیں ہیں۔ اور چہروں پر قدرے تلخی کے آثار ہیں...... میں بھی جا بیٹھا چند لمحوں کے بعد مجھے پتہ چلا کہ مبارک صاحب قاضی صاحب سے اس بات پر جھگڑا کر رہے ہیں کہ میں نے جتنے رِم کاغذ

منگوایا تھا وہ کم کیوں ہوا' قاضی صاحب اب کہہ رہے ہیں کہ "یار مُبارک تم نے کاغذ منگوایا اور پریس بھیج دیا میں نے رسالہ چھاپنا شروع کر دیا____ بتاؤ میں کاغذ کھا گیا ہوں"

اب کاغذ کوئی ایک یا دو رِم ہوں گے اور کوئی پانچ یا چھ سو روپے کے ہوں گے لیکن مبارک صاحب ہیں کہ رِم تو ایک طرف ایک کاغذ بھی چھوڑنے کو تیار نہیں اور اِس معاملہ میں اپنے جگری یار کو بھی معاف نہیں کر رہے کہ میرے دفتر' میرے رسالے کے کاغذ کیوں کوئی لے حالانکہ ممکن ہے کہ لاہور سے ہی کاغذ کم آیا ہو اب مجھے یاد نہیں کہ انجام کار فیصلہ کیا ہوا اگر تو مضمون چھپنے تک محترم قاضی صاحب سے رابطہ ہو سکا تو ان سے پوچھ کر لکھوں گا وگرنہ میرا یقین ہے کہ مبارک صاحب نے ان کاغذوں کے پیسے ضرور وصول کئے ہوں گے۔

مجھے لکھتے لکھتے یاد آیا کہ کسی زمانے میں مولوی عبدالحق صاحب کا ایک مضمون پڑھا تھا اس کا نام تھا "نام دیو مالی"۔

اس کہانی کا مرکزی کردار ایک مالی تھا جس کا نام "نام دیو" تھا اور وہ باغ کے ایک ایک بوٹے کو اپنے بچوں کی طرح سنبھالتا تھا____ ان کا خیال رکھتا تھا ایسے جیسے اپنی اولاد کا رکھا جاتا____ اس کو اُنس اور محبت تھی اپنے پودوں سے اور ان کی نگہداشت میں وہ نہ سردی گرمی دیکھتا اور نہ دن رات' اپنی بیماری اور جان کی بھی پرواہ کئے بغیر وہ پودوں کی دیکھ بھال میں مصروف ہوتا ہے۔

میرے خیال میں مبارک خالد صاحب شعبہ اشاعت کے "نام دیو" تھے۔

دفتر خدام الاحمدیہ سے میرا تعلق 1981ء سے ہوا جب میں مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ میں سیکرٹری تعلیم کے طور پر شامل ہوا تب سے اب تک میں نے کارکنان میں سے دو بندوں کو دیکھا کہ وہ بلاشبہ "نام دیو" کہلانے کے مستحق ہیں____ ایک مبارک خالد صاحب اور دوسرے محمد صدیق صاحب ڈرائیور____ صدیق صاحب گاڑی کو اور مبارک صاحب رسالوں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھ کر ان کا خیال رکھتے بلکہ اپنے بچوں سے بھی زیادہ ان لوگوں کو نگہداشت کرتے دیکھا فجزاھما اللہ احسن الجزاء صدیق صاحب تو ماشاء اللہ ابھی بھی خدمت بجا لا رہے ہیں اللہ انہیں صحت و سلامتی والی لمبی عمر دے۔ آمین

مبارک صاحب ایک ایک رسالے کو خود دیکھتے بلکہ اس سے پہلے جب ٹائیٹل آتا تو ایک ایک ٹائیٹل کو یہ خود دیکھتے۔ پھر رسالوں کو چیک کرتے' رسالہ کی طباعت کے ہر مرحلہ پر یہ انتہائی باریکی میں جا کر خیال رکھتے بلکہ بعض اوقات ہوتا کہ مہتمم صاحب سمجھ رہے ہیں کہ رسالہ لیٹ ہو رہا ہے اور اب کافی ہے اتنا ہی دیکھ لیں اب جلدی سے اِسے پوسٹ کر دینا چاہئے لیکن مبارک صاحب کی تسلی نہ ہوتی اور پھر مجھے وہ بتاتے کہ دیکھو یہ یہ پوائنٹ ہیں۔ یہ پہلو ہیں جن کو دیکھنا ضروری ہے۔ کہیں تصویر ہلی ہوئی نہ ہو' کہیں صفحہ کٹا پھٹا نہ ہو۔

اور یہی وجہ ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ باہر سے کسی خریدار کا خط یا شکوہ آیا ہو کہ رسالہ خراب آیا ہے۔ اِلا ماشاء اللہ مبارک صاحب ان معاملوں میں بہت احتیاط کرتے اور خیال رکھتے کہ رسالہ بہترین حالت میں خریدار تک پہنچے۔ اور تصویروں کی طباعت میں بہت حساس واقعہ ہوئے تھے ان کے کیپشن' ان کی سیٹنگ حتی کہ سائیڈ پر جو بارڈر لگا ہوتا اس لکیر کی موٹائی تک کو دیکھتے کہ یہ لکیر اور باریک ہو جائے یا ذرا اور موٹی ہو جائے پیسٹر بھی تنگ آجاتا کہ مبارک صاحب بہت زیادہ خیال رکھتے ہیں۔

اور جب تصویر حضور یعنی خلیفۃ المسیح کی ہوتی تو____

بس پھر مبارک صاحب وہ مبارک صاحب ہی نہ رہتے۔

مجھے کہتے کہ مبشر صاحب جب حضور کی تصویر آپ نے رسالہ میں دینی ہو تو مجھے ایک مہینہ پہلے بتادیا کریں پہلا مرحلہ تو تصویر کا انتخاب ہوتا پھر وہ تصویر لے کر اپنے میز پر رکھ لیتے اور کئی کئی دن رکھ چھوڑتے مجھے بتاتے کہ میں کئی کئی دن صرف سوچتا ہوں کہ اس کو کس طرح پرنٹ کروائیں گے 'کلر سکیم کیا ہوگی' بارڈر کیسا لگے گا وغیرہ۔

پھر کچھ ان کا ذہن بنتا تو مجھے کہتے کہ اب آپ اس کا کیپشن بنائیں میں دو تین کیپشن تیار کرتا صدر صاحب سے تو ان کی منظوری لینی ہوتی تھی پہلے میں مبارک صاحب کو دکھاتا۔

پھر میں مبارک صاحب سے کہتا کہ مبارک صاحب میرا کام ختم کیونکہ باقی تصویروں کے لئے تو آپ کہتے ہیں کہ تم ساتھ چلو اور وہاں اپنی نگرانی میں کام کرواؤ' تم سے میں مشورہ بھی کرلوں گا۔ لیکن حضور کی تصویر آپ کو دے کر میں مطمئن ہو جاتا ہوں کہ بس مبارک صاحب کا کام ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ اس تصویر کو بال برابر بھی خراب نہیں ہونے دیں گے اور واقعی ایسا ہوتا۔

مبارک خالد صاحب اپنی گفتگو میں انتہائی کم الفاظ انگریزی کا استعمال کرتے میں نے انہیں صرف ایک لفظ بولتے دیکھا ہے اور وہ Love کا لفظ تھا اور ایک ہی شخص کے بارے میں استعمال کرتے دیکھا ہے۔ اور وہ خلیفۃ المسیح کی ذات تھی۔

مجھے بڑے جذباتی انداز میں کہتے کہ مبشر مجھے اس شخص سے "Love" ہے اور واقعی' ان کی بات صرف زبان تک نہیں ہوتی تھی دل اور عمل سے یہ Love جھلکتا اور چھلکتا تھا۔

میں جب تصویر مبارک صاحب کو دیتا کہ مبارک صاحب یہ تصویر چھاپنی ہے تو پھر مبارک صاحب پہلے والے مبارک نہ رہتے اور جب تک تصویر چھپ کر مبارک صاحب کی میز پر نہ آجاتی اس وقت تک مبارک صاحب عام مبارک صاحب نہ ہوتے عجیب پریشانی' فکر' بار بار لاہور کے چکر' کہ اب اس کی پیسٹنگ دیکھ آؤں' اب سیٹنگ دیکھ آؤں۔

اب یہ کرلوں' اور پھر جب تصویر آتی تو ان کی جان میں جان آجاتی۔ میں اس روز خاص طور پر مبارک صاحب کے لئے پکوڑے اور برفی منگواتا چائے کے ساتھ۔

چونکہ قلم برداشتہ لکھتا جارہا ہوں۔ برفی سے میرا ذہن ایک اور بات کی طرف مڑ گیا' جس میں مبارک صاحب کی خلیفۃ المسیح سے محبت کا ایک اور انوکھا پہلو سامنے آتا ہے اور اس محبت میں عِشق کا رنگ غالب ہے۔ مبارک صاحب شوگر کے مریض تھے' اور کافی احتیاط کرتے تھے گو کہ کبھی کبھی برفی وغیرہ بھی تھوڑی سی کھالیتے لیکن چائے مستقل پھیکی اور شوگر کے مریض والے باقی پرہیز بھی کافی سختی سے کرتے اور جب بدپرہیزی ہوتی تو اگلے دن نمایاں اس کا اثر ہوتا اور بتاتے کہ کل فلاں بدپرہیزی کرلی تھی اس لئے اب طبیعت خراب ہے۔

96ء میں جب مبارک صاحب مجلس خدام الاحمدیہ کے نمائندے کے طور پر لندن تشریف لے گئے' اور یہ بھی حضرت صاحب کی کمال شفقت اور محبت کا اظہار تھا کہ حضور نے خود نمائندہ کے طور پر ان کا تقرر فرمایا کہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے یہ نمائندہ ہوں گے۔ میں بھی مبارک صاحب کے ساتھ تھا۔ بہر حال لندن اور دوسرے ممالک میں ہم لوگ قریباً دو ماہ رہے اس دوران مبارک صاحب نے میٹھے کا کوئی پرہیز نہ کیا۔ آئس کریم جو کہ دوسری بہت ساری چیزوں کی طرح وافر تھی۔ لندن میں

اور دیگر جگہوں پر اہل لندن اور دوسرے میزبانوں کی محبت بھی وافر تھی بے انتہاء پیار انہوں نے ہمیں دیا فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اور اسی محبت کی وجہ سے اپنے پیار کے ساتھ ساتھ دنیا جہاں کی نعمتوں کا ڈھیر لگا رکھتے تھے یہ لوگ تو آئس کریم اور دوسری متعدد چیزیں باقی احباب کی طرح مبارک صاحب بھی کھاتے چند دِنوں بعد میں نے مبارک صاحب سے کہا کہ مبارک صاحب وہ شوگر کہاں گئی؟ آپ تو اتنا میٹھا کھا رہے ہیں کہ اتنا ساری زندگی میں بھی نہیں کھایا ان کا جواب عجیب تھا۔

کہنے لگے کہ مبشر صاحب حضرت صاحب کی ایک نظر پڑگئی ناں تو سب ٹھیک ہو جائے گا' اب میں ڈاکٹر نہیں کہ بتا سکوں کہ ایسے شوگر کے مریض جیسے کہ مبارک صاحب تھے جو برفی کی ایک ڈلی کھا کر اگلے روز دفتر میں آتے تو بیمار ہو کر آتے وہ ڈھیروں مٹھائیاں اور آئس کریم کھا کر کیسے ہشاش بشاش رہے ہوں گے اور ڈاکٹری کے کورس میں ایسا کوئی باب ہی نہیں لہذا ڈاکٹر کیا بتائیں گے۔

یہ تو عشق کے مضمون کا ایک بلب ہے اس کو کوئی محبت کے اسرار و رموز کا بھیدی ہی بتا سکتا ہے کہ کسی کی "نظر" میں کیا جادو ہوتا ہے۔ وہ چشم فسوں ساز کس طرح زندوں کو مار دیتی ہے اور مرے ہوئے کو زندہ کر دیتی ہے جو روگی بھی بناتی ہے اور ہزاروں روگوں سے چھڑا بھی دیتی ہے۔

تو مبارک صاحب کی محبت خلیفۃ المسیح سے ایک عجیب رنگ لئے ہوئے تھی انہیں خلافت سے عشق تھا۔

وہ ہمارے بعض دوسرے ساتھیوں سے کم پڑھے ہوئے تھے' وہ عالم نہیں تھے۔ وہ شاہد پاس نہیں تھے' M.B.B.S یا M.A بھی نہیں تھے۔

لیکن بعض امور میں وہ ہم سے بہت آگے تھے اور اس میں سے ایک خلافت کا احترام اور محبت بھی تھی جو بہت ساروں کے لئے قابل رشک و تقلید تھی۔

کئی دفعہ ایسا ہوا کہ تجویز ہوتا کہ رسالے میں فلاں چیز شائع کر دی جائے' فلاں تصویر ہو جائے تو مبارک صاحب اشاعت کمیٹی کی میٹنگ میں تو خاموش بیٹھے رہتے از خود ایسے معاملات میں کم بولتے تھے۔ بعد میں مجھے بھی سمجھاتے اور کہتے کہ دیکھیں خلافت کو مقدم رکھیں۔ جو خلافت کی زبان ہے بس اس کی آواز کے پیچھے رہیں نہ کوئی آواز اور نہ تصویر اور بہت دور کی بات کرتے جو بہت نزدیک لے آیا کرتی تھی۔

مبارک صاحب میں ایک خوبی جو سلسلہ کے کارکن میں ہونا چاہئے وہ یہ تھی کہ محنت اور دیانت داری کے ساتھ ساتھ رازداری کا وصف بھی تھا جہاں تک میں نے محسوس کیا اور دیکھا ہے' مبارک صاحب کے تین چار ایسے تعلق والے تھے جن سے مبارک صاحب بے تکلف تھے اور سب باتیں کر لیتے تھے ایک برادرم فضیل عیاض صاحب سابق مدیر تشحیذ' مکرم قاضی منیر احمد صاحب اور ایک دو اور جب تک استاذی المکرّم منیر جاوید صاحب رہے وہ بھی مبارک صاحب کے سب سے قریبی تھے منیر جاوید صاحب کی بہت بڑی خوبی تھی کہ وہ کارکنان کا بہت خیال رکھتے۔ دلجوئی کرتے اور کبھی ان کو چھوٹا نہیں سمجھتے تھے تو مبارک صاحب کے ساتھ ان کی بھی بے تکلفی تھی

میرے ساتھ بھی مبارک صاحب دل کی باتیں کرتے اور خوب کرتے پرانے دفتر کے واقعات بتاتے۔ لیکن مجھے نہیں یاد کہ انہوں نے کوئی ایسی بات بتائی ہو جو کسی نے رازداری کا پاس کرتے ہوئے کہی ہو

مبارک صاحب نے بعض ایسے واقعات بھی سنائے

جس میں انہوں نے بھیس بدل کر سفر کئے لیکن کیوں؟ کہاں؟ کس لئے؟ کبھی نہیں بتایا مجھے ساری تفصیل بتائی کہ کیسے ہوا' کس طرح اور کیا کیا ہوا لیکن بعض باتیں وہ نہیں بتاتے تھےاور یہ بہت بڑی خوبی ہے یہ دراصل وفا ہے' سلسلہ سے' یا کسی سے بھی ہو وفا کے تقاضے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔

مبارک صاحب کو میں نے ایک روز دیکھا' یہ کوئی دِن کے دس گیارہ بجے کا وقت ہو گا۔ سردیوں کے دن تھے' مبارک صاحب ایوانِ محمود میں باہر دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے' ان کے ہاتھوں پر سوئیوں کے جابجا نشان تھے اور ایک سوئی لگی بھی ہوئی تھی اِن دنوں مبارک صاحب ہسپتال میں داخل تھے۔ میں نے مبارک صاحب سے کہا کہ آپ آرام کریں اور کام کا بوجھ نہ لیں کہنے لگے کہ نہیں۔ ایک دو ضروری بل تھے اور میں نے سوچا کہ میں خود جا کر یہ کام کرلوں اور ساتھ دفتر دیکھ لوں کہ کام ہو رہا ہے کہ نہیں۔

اس سے اگلے روز مبارک صاحب کی وفات ہو گئی یہ میری مبارک صاحب سے آخری ملاقات تھی

اور عجیب اتفاق ہے کہ میں نے جب پہلی بار انہیں دیکھا تو وہ بخار میں مبتلا تھے لیکن کام کر رہے تھے آخری مرتبہ دیکھا تو ہاتھ میں سوئیاں لگی ہوئی ہیں لیکن کام کرنے آگئے اور کام کرتے ہی وہ یہاں سے چلے گئے

چند روز پہلے حضرت خلیفة المسیح الثانی کا ایک خطاب میں پڑھ رہا تھا جو اسی ایوان محمود کی عمارت کے افتتاح کے وقت حضور نے فرمایا تھا اس میں حضور نے فرمایا تھا۔

"...... کسی منٹ میں بھی اپنے کام کو پیچھے نہ ڈالو' مومن ہر وقت کام میں لگا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اُسے موت آجاتی ہے۔ گویا مومن کے لئے کام ختم کرنے کا وقت موت ہوتی......"

(مشعل راہ صفحہ 738)

کاش ہم سب میں' ہر ایک کارکن میں کام سے ایسی لگن پیدا ہو جائے۔ اور پھر وہ کام خدا کے دربار میں مقبول ٹھہر جائے۔ آمین

میں اس وقت لکھنے بیٹھا ہوں تو یادوں اور باتوں کا ایک ہجوم ہے اور مجھے احساس ہے کہ جب یہ چھپ جائیں گے تو ان میں شاید ربط بھی نہ ہو بہت ساری باتیں رہ گئی ہوں گی۔ لیکن کسی عزیز پر اس کی محبت میں جب پھول نچھاور کئے جاتے ہیں بکھیرے جاتے ہیں تو وہ ایسے ہی منتشر ہوتے ہیں اور اس میں پھولوں کی تعداد بھی نہیں دیکھی جاتی وہ شخص مجھے عزیز تھا بظاہر میرا کوئی رشتہ نہ تھا ہماری عمروں کا بھی کوئی جوڑ نہ تھا میں انہیں کہا کرتا تھا کہ ایک تو مذاق ہوتا ہے لیکن یہاں حقیقت ہے کہ دونوں طرح یہ بات پوری ہوتی ہے کہ جتنی میری عمر ہے اتنا ہی آپ کا تجربہ ہے۔

............1969ء میں وہ مینیجر بن چکے تھے جبکہ میں ابھی 6 سال کا تھا تو ہمارا کوئی ایسا تعلق نہیں تھا لیکن احمدیت کے رشتہ کی بدولت ہم قریب ہوئے اور مبارک صاحب کی دیانتداری' محنت' خلافت سے گہری محبت بلکہ عشق کی بدولت وہ میرے عزیز اور محسن بن گئے۔

میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا اور انہوں نے مجھے بہت کچھ سکھایا

ہمارا شعبہ اشاعت سچ مچ ایک وفادار' مخلص اور محنتی اور دیانتدار کارکن سے محروم ہو گیا۔ وہ ان رسالوں کا نام دیومالی تھا وہ جدا ہو گیا البتہ اس درویش صفت صالح انسان کا خون اس کی اولاد میں دوڑتا ہوا محسوس ہوتا ہے بہت محنتی اور ذہین اولاد ہے انہی کا ایک بیٹا۔ عزیزم سلطان احمد خالد جو کہ ایک ہونہار طالب علم ہے اب اپنے باپ کی جگہ مینیجر کے عہدے پر کام کر رہا ہے خدا کرے کہ اب یہ ہمارے

شعبہ کے لئے مبارک ثابت ہو مبارک بھی اور مبارک خالد بھی۔ مبارک خالد صاحب کی وفات کے بعد دونوں رسالے قانونی طور پر اس لئے بند کرنے پڑے کہ نئے پبلشر کی منظوری کے بغیر رسالہ شائع نہیں ہو سکتا تھا۔ ہمیں امید تھی کہ ایک دوماہ میں رسالہ چھپ جائے گا اس لئے خالد اور تشحیذ کے ٹائیٹل پیج پر مبارک صاحب کی تصویر بھی شائع کی گئی تھی لیکن رسالے جلد شائع نہ ہو سکے۔ اور اس دوران متبادل کے طور پر جو رسالہ شائع کیا گیا ان پر وہ تصویر آئی۔

اب خالد دوبارہ شائع ہو رہا ہے تو دوبارہ ان کی تصویر شائع کر رہا ہوں۔

اب کیا کچھ لکھوں ان کی باتیں' یادوں کی صورت میں ایک ایک کر کے ذہن میں آ رہی ہیں اور آتی رہیں گی۔ میر کے اس شعر کے مصداق۔

پڑھتے پھریں گے گلیوں میں اِن ریختوں کو لوگ
مدت رہیں گی یاد باتیں ہماریاں

اصل بات یہ ہے کہ کئی دفعہ مبارک صاحب باتوں باتوں میں مجھے کہتے کہ مبشر صاحب میں چلا گیا تو میری وفات کا اعلان بھی رسالہ نے نہیں دینا (اور اس کے پس منظر میں ان کا ایک بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا تھا) میں انہیں کہتا کہ آپ ایسی باتیں نہ کیا کریں اللہ لمبی عمر دے۔ اور ہاں اگر تو میں اس وقت اس پوزیشن میں ہوا کہ کچھ کر سکوں تو خبر کیا تصویر بھی دوں گا۔ اتفاق یہ ہوا کہ میں ابھی مدیر ہی تھا کہ وہ چل بسے۔

تو مبارک صاحب کی تصویر کا میرا ان سے وعدہ تھا گو کہ وہ پہلے بھی پورا کر دیا ہے لیکن "خالد" میں چونکہ پہلے نہیں چھپی تھی اس لئے اب چھاپ رہا ہوں۔

☆☆☆☆☆

بقیہ از صفحہ 34

اس کی آواز موٹی تھی مردانہ آواز کی طرح۔ میں نے اسے کہا کہ سورۃ فاتحہ سناؤ اتنے بزرگ ہیں آپ تو! اس عورت کو سورۃ فاتحہ نہیں آتی تھی۔ اس نے کہا بھول گئی ہے تو اس بات پہ سارے ہنس پڑے۔ اور وہ سب بکھر نے شروع ہو گئے اور اس کا جن بھی اتر گیا۔ جن کی میں نے تحقیق کی ہے۔ سب واقعات جھوٹے نکلے ہیں۔ صرف بعض بزرگوں کے واقعات ایسے ہیں جن کے متعلق یہ پتہ ہے۔ کہ جن کی قسم کی کوئی مخلوق ضرور ہے سہی۔ تو میرا بھی تجربہ ہے اور حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے بھی مجھے بتایا تھا کہ ایک بار تجربہ ہوا ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بھی مجھے واقعہ سنایا تھا اب وقت تھوڑا ہے پھر کبھی سناؤں گا۔

سوال: حضور بعض لوگ کہتے ہیں کمروں میں تصویر نہیں لگانی چاہئے اس سے رحمت کے فرشتے نہیں آتے کیا یہ درست ہے؟

جواب: ہمارے ہاں تو ساری تصویریں ہیں رحمت کا فرشتہ بھی آتا ہے اس لئے غلط ہے اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ بتوں کی تصویریں' شرک والی تصویریں نہیں لگانی چاہئیں ان کی وجہ سے رحمت کا فرشتہ پھر وہاں نہیں آتا اور سامنے تو کوئی بھی تصویر نہیں ہونی چاہئے نہ بت کی نہ انسان کی جس طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں وہاں سامنے کوئی تصویر نہیں ہونی چاہئے۔

(بشکریہ روزنامہ الفضل 22 جولائی 2000ء)

✿✿✿✿✿

پیارے ابو جان کی یاد میں

یہ اشعار حافظ سلیم احمد صاحب اٹاوی کے ہیں چند ایک جگہ تبدیلی کر کے لکھ رہا ہوں

آہ کس کا ہے یہ چھوٹا سا مزار
رحمتیں جس پر برستی ہیں ہزار
روشنی سورج کی ہوتی ہے نثار
چاند لیتا ہے بلائیں بار بار
اے ابو یاد جب آتا ہے تو
میری آنکھوں سے برستا ہے لہو
رات دن روتے گزرتی ہے مجھے
یاد شاید تو بھی کرتا ہے مجھے
کاش تیرے بدلے موت آتی مجھے
زندہ رکھتا قادر مطلق تجھے
تھی نظر کس کی جو تجھ کو کھا گئی
پھول کی پتی تھی جو مرجھا گئی
کل مجھے اک پل بھی تیرے بن نہیں
بھول جاؤں میں تجھے ممکن نہیں
اپنی بیوی اور بچوں کے لئے
نور کے جنت میں کر روشن دیئے
کر ہمارے واسطے حق سے دُعا
صبر کی توفیق ہم کو دے خدا

(سلطان خالد)

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کی

مجلس عرفان

سوال: مرنے کے بعد دوسری زندگی میں کیا یہی خاکی جسم زندہ کیا جائے گا؟ جب دنیاوی زندگی میں برا اور اچھا فعل اس خاکی جسم سے سرزد ہوتا ہے تو پھر یہ اس کی جزا سزا سے کیونکر بچ سکے گا؟

جواب: مرنے کے بعد یہ جسم تو بہر حال زندہ نہیں ہوگا یہ خیال تو بھول جائیں اور اگر یہ جسم زندہ ہو تو مصیبت پڑ جائے کیونکہ مرنے کا پتہ نہیں کب مرنا ہے کوئی سو سال کا بڈھا بھی مر سکتا ہے تو کیا اسی جسم کے ساتھ زندہ ہوگا بے چارہ! کوئی اندھا کانا، لولا، لنگڑا مر سکتا ہے تو اس طرح زندہ ہوگا۔ یہ تو اللہ کا احسان ہے کہ جسم کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا لیکن اس کے اندر جو روح ہے اسکو ایک جسم عطا کیا جائے گا حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ ہمارے بدن سے ایک اور روح نکلے گی اور وہاں بھی روح اور بدن کا رشتہ اسی طرح قائم رہے گا۔

سوال: جب وقف نو کے بچے بڑے ہوں گے کیا ان کی مرضی ہوگی یا جماعت کی کہ وہ کیا بنیں؟

جواب: میں نے وقف نو کے سارے بچوں کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنے مزاج کے مطابق جس تعلیم کا دل چاہتا ہے، جس تعلیم کا شوق ہو وہی اختیار کریں مگر اپنے ماں باپ سے بھی پوچھ لیں مگر جس کا جو مزاج ہو ویسی تعلیم ملنی چاہئے پھر اگر اس کی ضرورت پڑی جماعت کو تو اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور بیکار چیز اگر اس نے لے لی تو ہم اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے اس لئے کوشش یہی ہونی چاہئے کہ سائنسی مضمون ہو یا حساب یا اکاؤنٹنگ وغیرہ اس قسم کے مضامین ہیں کہ ہم ان بچوں کو استعمال کر سکیں گے۔

سوال: جس کمرے میں تصویر ہو اس کمرے میں نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: تصویر اگر قبلہ رخ ہو تو پھر نہیں پڑھنی چاہئے ہر تصویر جو قبلہ رخ ہو اس کو وہاں سے دور کر کے دائیں دیوار یا بائیں دیوار یا کسی دوسری دیوار پر لگا دیں تو نماز کی جگہ بالکل صاف ہونی چاہئے۔

سوال: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے مکمل حالات ہماری جماعت میں اکٹھے نہیں ہیں سوائے آپ کے ان نوٹس کے جو سورۃ القصص کی تشریح میں آپ نے بیان فرمائے ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ ان کو الگ شائع کیا جا سکے؟

جواب: یہ تو اس بات پر منحصر ہے کہ ہمارے جو علماء ہیں ان کو اکٹھا کریں اور ترتیب دیں اور اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پوری زندگی پر روشنی پڑ سکتی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت یا ہجرت کے بعد کی زندگی ہے کہ کیا کیا ہوا کیا کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جو دعا ہے اس میں ساری باتیں آ گئیں ایک غریب مسافر کو کیا کیا چاہئے، گھر کی چھت چاہئے

بیوی چاہئے اور نبوت بھی چاہئے جو سب سے بڑا انعام ہے اور پھر اپنے ساتھ ایک بوجھ بٹانے والا بھی چاہئے جو ہاتھ بٹائے کاموں میں اور پھر دل چاہتا ہو کہ میں واپس بھی جاؤں، کیسے جاؤں اس وقت بھی ساتھ کوئی مددگار ہونا چاہئے تو میں نے اس دعا کو ایک نظم کی صورت میں لکھا ہے اور آج ہی پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو لکھنے کے لئے دیا تھا۔ یہ نظم آپ پڑھ لینا اس میں سب باتیں آجائیں گی۔

سوال: جو کوئی مریض لائف سپورٹ مشین پر ہو اور ڈاکٹر بالکل جواب دے دیں اور کوئی بچنے کی امید نہ ہو تو کیا فیصلہ رشتہ داروں پر چھوڑ دیں۔

جواب: میرے خیال میں مشین سے اتارنا ہی بہتر ہے یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہے اصل میں اس کا دماغ کام کرنا چھوڑ چکا ہوتا ہے اور ایک روح سے جسم کا زبردستی کا رشتہ رکھا جاتا ہے اور جب مشین اتار دیں تو وہ مر جاتا ہے۔ ان لوگوں کو جو کہہ دیتے ہیں کہ شاید زندہ رہے میں ان کو کہتا ہوں کہ مشین اتروا کے دیکھ لیں پتہ لگ جائے گا 5 منٹ کے اندر حقیقت مل جائے گی اگر اس نے زندہ رہنا ہوا تو اپنے سانس شروع کرے گا اگر نہیں تو ایک مردے کو پال رہے ہو تو اس کا جسم گھسیٹنے کا کیا فائدہ اس لئے اس کو چھوڑ دینا چاہئے اپنے حال پہ۔

سوال: مستورات کی جانب سے سوال ہوا کہ پاکستان میں ایک عورت تھی جس کو جن پڑ گیا عورت مرد کی آواز میں بول رہی تھی جب جانے لگا تو دروازہ خود بخود کھل گیا اور تانگہ میں بیٹھی تو تانگہ نہیں چل رہا تھا آخر اس نے حضرت سلیمان کا واسطہ دیا تو وہ گھوڑا چل پڑا مگر جن نے کہا میں تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گا اور آخر چند دن بعد عورت مر گئی۔؟

جواب: بڑی گپی ہیں وہ ایسی بات ہو ہی نہیں سکتی وہم ہے صرف۔ یہ بات تو ہو سکتی ہے کسی عورت کی وقتی طور پر ہسٹریا کے نتیجہ میں آواز بدل جائے اور مردوں کی طرح ہو جائے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ اس ہسٹریا کے نتیجے میں گھوڑے کو بھی ہسٹریا ہو جائے اور وہ بھی خود بخود ہی دوڑ پڑے بغیر تانگہ بان کے۔ یہ فرضی قصے ہیں یا کوئی معمولی سی بات دیکھی ہو ہسٹریا کے نتیجے میں جس کو بڑھا چڑھا دیا ہو میں جب ربوہ میں لنگر خانہ میں کام کیا کرتا تھا جلسہ سالانہ وغیرہ کے دنوں میں، تو ایک دفعہ ساری پیڑے بنانے والی عورتیں اور تندور میں روٹیاں لگانے والے بھاگ گئے میں حیران ہوا کہ یہ کیا ہوا دوڑ کے جا کے پتہ کیا کہ کہاں بھاگ گئے۔ اس وقت آپ کو پتہ ہے کہ 5 منٹ بھی ہمارے لئے بہت قیمتی ہوتے تھے کیونکہ روٹیاں پوری کرنی ہوتی تھیں مہمانوں کی تعداد کے مطابق آرڈر ملتا تھا اور ہم وقت کا نقصان برداشت نہیں کر سکتے تھے، تو جب میں نے پتہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ ایک عورت پیڑے بنانے والی کو جن پڑ گیا ہے اور وہ نوبہار شاہ ایک بزرگ ہوا کرتے تھے ان کا جن ہے اور وہ ان بزرگ کی آواز میں باتیں کر رہی ہے۔ میں بھی گیا اور میں نے عورت سے پوچھا، اس کی آواز واقعی مردوں جیسی تھی اور میں نے کہا کون ہے تُو؟ تو اس نے کہا میں نوبہار شاہ ہوں میں نے کہا تعارف کراؤ اس نے کہا میں بہت بڑا دین کا ایک عالم ہوں (چناب کے پرلی طرف رہتا تھا) اور میں اس عورت پر چڑھ گیا ہوں اور میں چھوڑوں گا نہیں۔

(بقیہ صفحہ نمبر 31 پر)

تعارف

نگارِ صبح کی امید میں

(سید مبشر احمد ایاز۔ مدیر خالد)

کتنا خوبصورت ‘ذی وقار اور بارعب لفظ ہے ‘نگارِ صبح کی امید میں” ____ بالکل اس کی طرح جس کے شعروں کا یہ مجموعہ ہے ____ جی ہاں ____ ہمارے عبید اللہ علیم صاحب مرحوم ____ ان کے تیسرے شعری مجموعہ کا یہ نام ہے ____

اس سے پہلے چاند چہرہ ستارہ آنکھیں‘ اور ویران سرائے کا دیا ____ یہ دو مجموعے آپ کی زندگی میں شائع ہوئے‘ تیسرا ابھی زیرِ ترتیب تھا کہ خود رخصت ہو گئے اور آپ کی وفات کے بعد تینوں مجموعے ایک کتابی شکل میں اب لندن سے شائع ہوئے ہیں ____ مجھے لندن سے میرے ایک بزرگ دوست نے جو جرمنی سے جلسہ سالانہ برطانیہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے انہوں نے یہ تحفہ بھیجا ____ واقعی کمال کا لاجواب تحفہ ہے۔

(فجزاہ اللہ احسن الجزاء)

بہت خوبصورت اور دیدہ زیب ٹائٹیل ____ سیاہ رنگ میں دیئے کی لو اور سفید رنگ میں (ریورس شکل میں) اس کلیات کا نام لکھا ہوا بہت بھلا لگ رہا ہے ____ نام ہے۔

”یہ زندگی ہے ہماری“

اس نام کے تحت علیم صاحب کے تینوں شعری مجموعے اس کتاب میں شامل ہیں۔ مارچ 2000ء میں یہ شائع ہوئی ہے۔ کمپوزنگ محمود احمد صاحب ملک نے کی‘ ترتیب و تزئین اور سرِ ورق کے لئے محنت کی ____ سلیم کوثر‘ نگار علیم اور عمیر علیم نے طباعت کا اہتمام کیا ہے مبارک احمد ظفر اور مظفر احمد ملک صاحبان نے ____

اللہ تعالیٰ ان صاحبان کو جزائے خیر دے ____

کتاب کے آخر پر علیم صاحب کی تصویر اور ان کے اپنے دستخط ہیں ____ اس تصویر کو دیکھ کر علیم صاحب کے لئے دل سے دعائیں نکلتی رہیں گی۔

آغاز میں ”روشنی“ کے نام سے چھ صفحات پر علیم صاحب کی تحریر ہے جس کو اس کتاب کا دیباچہ کہیں‘ شاعری کا دیباچہ کہیں یا علیم صاحب کے نظر و فکر اور علم و عمل کا ماحصل کہیں ____ بہت خوب لکھا ہے ____ چند سطریں پیش کرتا ہوں ____ لکھتے ہیں:۔

”شاعر ایک محبت بھری دعا ہے جو سب کے لئے ہے حقیقت تو یہ ہے کہ شاعر زمینی زندگی کا سب سے طاقتور استعارہ ہے جو اپنی محبت اور استغراق سے انسانی روح کے ان خوابیدہ تاروں کو چھیڑتا ہے جو زمانی گردشوں میں اپنے لحن کھو دیتے ہیں اور شاعر ایک سرمدی اور ابدی نغمے کی سماعت کے لئے روح کو زندہ کرتا ہے مگر یہ کام مشق سخن سے نہیں ہوتا استغراقِ ذات سے ہوتا ہے......“

پھر لکھتے ہیں:۔

"ایمانیات کا مسئلہ ہی ادب کا مسئلہ ہے اور ایمان یہ کہ خالق اپنی تخلیق کے آئینے میں منافق نظر نہ آئے اور تخلیق کی گواہی یہ کہ اس کی صورت اپنے خالق کا نام بتادے ____ ایک شعر نفس کی ایک حالت۔ ایک تجربہ۔ ایک داستان ہوتا ہے اور ہر آن نفس کتنے ہی متضاد عالموں سے گذرتا ہے۔ ایک شاعر ان متضاد عالموں کو جذب کر کے لفظ میں دوبارہ متحرک کرتا ہے اور ہر لفظ اپنی عام حالت میں معمولی حیثیت رکھتا ہے اور شاعر اسے قدرت دینے پر قادر ہوتا ہے مسیح دست و قلم سے نکلیں تو یہ الفاظ بولتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ لکھا ہوا لفظ کتنا طاقتور ہے اس کا فیصلہ صرف اور صرف مستقبل میں محفوظ ہے۔

انسان جب خدا کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو زمینی ہار اور ملامت سے اس کا کچھ نہیں بگڑتا وہ اپنے ضمیر کی روشنی میں اپنا فیصلہ کرتا ہے۔"

لکھتے ہیں :۔

"آدمی خوب سمجھتا ہے کہ بے حسی، بے غیرتی اور اندر کا گھناؤنا پن عام ہونے کے کیا اسباب ہیں اور آدمی یہ بھی خوب سمجھتا ہے کہ اس کے کیا علاج ہیں؟

مگر علاج چاہنے والے اور انسانی روح پر بہار لانے والے خود اتنے بیمار اور خزاں رسیدہ ہو چکے ہیں کہ ان کی شخصیتوں کی چھوٹی چھوٹی بہاریں اور چھوٹے اُجالے کائنات کی گہری اور دبیز تاریکی کو روشن نہیں کر سکتے۔ آسمانی پانی کا تصور اور اس کا اظہار ایک ایسا گردن زدنی جرم ہے کہ نہ "ملاں" سے بچا جا سکتا ہے نہ کہ صوفی سے، نہ نام نہاد دانشوروں سے اور نہ کج نہاد سیاستدانوں سے، آدمی بے چارہ جائے تو جائے کہاں ____

یہ کیسے ممکن ہے کہ کائنات کے بارہ میں سوچ لیا جائے کہ اس پر روشنیوں کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند ہو چکے ہیں یہ کیسے فرض کر لیا جائے کہ خالق اپنی مخلوق کو پیدا کر کے بھول چکا ہے۔ مگر یہ باور کرنا پڑے تو توانائی کے ساتھ روشن ہیں۔ یہ یقین کرنا پڑے گا کہ یہ چراغ رات کا پورا بوجھ اٹھائے ہوئے اپنے سینے جلا رہے ہیں اور یہ ہم ہیں :۔

دوش پر بارِ شبِ غم لئے گُل کی مانند
کون سمجھے کہ محبت کی زباں ہیں ہم لوگ

ہم جو اپنے آپ سے یہ عہد کر چکے ہیں کہ ہم اپنے چہروں کا نُور کھو دیں گے مگر کائنات کے حسین چہرے کو بہر طور پُر نور کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ شور مچاتے رہیں گے اور جنگ کرتے رہیں گے اور جہاں جہاں بھی جانا پڑا ہم جائیں گے اور لڑیں گے اور یہ تسلیم کروا کے دم لیں گے کہ ہم کائنات میں وحی والہام کے حقیقی وارث ہیں اور ہماری روشنیوں سے ہی زمانہ اپنے خدوخال سنوارے گا۔"

اس خوبصورت دیباچہ کے بعد صفحہ 13 سے صفحہ 85 تک "نگارِ صبح کی امید میں" کی غزلیں اور اشعار ہیں ان میں 98ء تک کا منظوم کلام شامل ہے۔

اس مجموعہ کلام سے انتخاب کر کے کچھ اشعار قارئین کی خدمت میں پیش ہیں ____ اصل لطف تو یہ سارا کلام پڑھ کر آتا ہے۔ جہاں سے بھی ملے ضرور خریدیں اور پڑھیں ____ کتاب پر قیمت نہیں لکھی ہوئی البتہ ایڈریس ہے اور وہی پبلشر کا جو کہ لندن کا ہے۔

بہر کیف مشتے از خروارے ____ کچھ اشعار ملاحظہ فرمائیں:۔

نگارِ صبح کی امید میں پگھلتے ہوئے
چراغ خود کو نہیں دیکھتا ہے جلتے ہوئے

یہ رُوح کھنچتی چلی جارہی ہے کس کی طرف
یہ پاؤں کیوں نہیں تھکتے ہمارے چلتے ہوئے

اُسی کے نام کی خوشبو سے سانس چلتی رہے
اُسی کا نام زباں پہ ہو دَم نکلتے ہوئے

اتار ان میں کوئی اپنی روشنی یا رب
کہ لوگ تھک گئے ظلمت سے اب بہلتے ہوئے

وہ آرہے ہیں زمانے کہ تم بھی دیکھو گے
خدا کے ہاتھ سے انسان کو بدلتے ہوئے

وہ صبح ہوگی تو فرعون پھر نہ گزریں گے
دِلوں کو روندتے انسان کو ملتے ہوئے

☆☆☆☆☆

تم لب بہ لب، تم دل بہ دل، تم جاں بہ جاں
اِک نشہ ہو اِک خواب ہو تم کون ہو
دل کی خبر دنیا کو ہے، تم کو نہیں
کیسے مرے احباب ہو تم کون ہو

☆☆☆☆☆

کچھ دیکھتے رہنے سے سوچتے رہنے سے
اِک شخص میں دُنیا کی تقدیر نظر آئی

☆☆☆☆☆

غم کا علاج دُکھ کا مداوا کرے کوئی
جب خواب ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

سو سلسلے خیال کے سو رنگ خواب کے
کچھ سوچ کر کسی کی تمنا کرے کوئی

جب دل کو اشک و آہ کے سامان نہ ہوں بہم
اس بے کسی میں یاد نہ آیا کرے کوئی

جو تیرہ بخت سے نہیں کھلتی ہے اس کی آنکھ
لاکھ آسماں سے روشنی لایا کرے کوئی

"ہے امن اس مکانِ محبت سرائے میں"
جب چاہے آئے شوق سے آیا کرے کوئی

چمکیں گے آسمانِ محبت پہ خود علیم
لفظوں کے ٹھیکروں کو ستارا کرے کوئی

☆☆☆☆☆

عرش سے تا فرش اِک نظارہ وہ آواز تھا
جب وہ اُترا جامۂ نورِ سخن پہنے ہوئے

رات بھر پگھلا دُعا میں اشک اشک اس کا وجود
تب کہیں یہ صبح نکلی ہے چمن پہنے ہوئے

☆☆☆☆☆

ہائے اس آدمی کی تنہائی
جس کا دنیا میں اِک خدا نہ ہوا

☆☆☆☆☆

سائے میں تیرے دھوپ نہائے بصدِ نیاز
اے چھاؤں چھاؤں شخص تری عمر ہو دراز

اے اپنے رب کے عشق میں دیوانے آدمی
دیوانے تیرے ہم کہ ہوا تو خدا کا ناز

☆☆☆☆☆

سایہ سایہ ایک پرچم دل پہ لہرانے کا نام
اے مسیحا تیرا آنا زندگی آنے کا نام

لاکھ فریادی رہے دیوارِ گریہ پر ہجوم
جانے والا اب نہ لے گا لوٹ کر آنے کا نام

جس پہ اترا وہ مسیحا دل منارہ دل دمشق
استعارے پھول میں خوشبو کو سمجھانے کا نام

☆☆☆☆☆

نور سے بھر جائے دل وہ رنگ ہے تحریر کا
آپ کیا ہوگا کہ جب عالم ہے یہ تقریر کا

آپ کی اپنی عدالت کیجئے جو فیصلہ
ہاں مگر وہ فیصلہ اِک آخری تقدیر کا

☆☆☆☆☆

جب اس کی بدل گئی نگاہیں
شاہوں کو ملی نہیں پناہیں

جب چھاؤں نہ دیں جہاں پناہیں
بانہوں میں سمیٹ لیں وہ بانہیں

تُو ساتھ نہ دے اگر ہمارا
ہم کیسے یہ زندگی نباہیں

اے شخص تو جان ہے ہماری
مر جائیں اگر تجھے نہ چاہیں

سو بار مریں تو تیری خاطر
سو بار جئیں تو تجھ کو چاہیں

اے شخص کہاں چلا گیا تُو
آجا کہ ترس گئیں نگاہیں

☆☆☆☆☆

کوئی تقسیم نئی کرکے چلا جاتا ہے
جو بھی آتا ہے مرے گھر کی نگہبانی کو

آج یوسف پہ اگر وقت یہ لائے ہو تو کیا
کل تمہیں تخت بھی دو گے اسی زندانی کو

☆☆☆☆☆

اِک خواب ہے اور مستقل ہے
وہ شخص نہیں وہ میرا دل ہے

☆☆☆☆☆

اب نہ خواہش سے نہ تدبیر سے ہو جو کچھ ہو
بس ترے پیار کی تقدیر سے ہو جو کچھ ہو

ورنہ یہ لفظ فقط لفظ ہی رہ جاتے ہیں
چاہئے جذبہ و تاثیر سے ہو جو کچھ ہو

ہم بھی لکھتے ہیں مگر دل میں دُعا رکھتے ہیں
اے مسیحا تری تحریر سے ہو جو کچھ ہو

سودا نہ کر کہ لفظ میں طاقت ہے بے شمار
ہے چار دِن کی بات امیر و سفیر کی

وہ اَوجِ شاعری ہو کہ ہو موجِ زندگی
تم کو دعائیں خوب لگیں اپنے پیر کی

☆☆☆☆☆

نوروں نہلائے ہوئے قامتِ گلزار کے پاس
اک عجب چھاؤں میں ہم بیٹھے رہے یار کے پاس

تم بھی اے کاش کبھی دیکھتے سنتے اس کو
آسماں کی ہے زباں یارِ طرحدار کے پاس

یہ محبت تو نصیبوں سے ملا کرتی ہے
چل کے خود آئے مسیحا کسی بیمار کے پاس

ترا سایا رہے سر پر تو کسی حشر کی دھوپ
سرد پڑ جائے جو آئے بھی گنہگار کے پاس

تو اگر خوش ہے یہاں مجھ سے تو پھر حشر کے دِن
ایک تیری ہی شفاعت ہو گنہگار کے پاس

☆☆☆☆☆

شکستہ حال سا بے آسرا سا لگتا ہے
یہ شہر دل سے زیادہ دُکھا سا لگتا ہے

مرے وطن پہ اُترتے ہوئے اندھیروں کو
جو تم کہو، مجھے قہرِ خدا سا لگتا ہے

دُعا کرو کہ میں اس کے لئے دُعا ہو جاؤں
وہ ایک شخص جو دل کو دُعا سا لگتا ہے

تو دل میں بجھنے سی لگتی ہے کائنات تمام
کبھی کبھی جو مجھے تُو بجُھا سا لگتا ہے

جو آ رہی ہے صدا غور سے سنو اس کو
کہ اس صدا میں خدا بولتا سا لگتا ہے

☆☆☆☆☆

میں یہ کہتا ہوں محبت سے کرو جو بھی کرو
وہ یہ کہتے ہیں کہ شمشیر سے ہو جو کچھ ہو

☆☆☆☆☆

چہرے میں چراغ جل رہا ہے
آئینے میں دِن نکل رہا ہے

جتنا وہ سنور رہا ہے
آئینے کا دِل پگھل رہا ہے

☆☆☆☆☆

کاش تعبیر میں تم ہی نکلو
جب کوئی خواب ہو تعبیر طلب

سلسلے اس سے جو مل جائیں تو ٹھیک
ورنہ جھوٹے ہیں یہ سب نام و نسب

☆☆☆☆☆

اے روح قطرہ قطرہ پگھل آپ کے لئے
اے خامہ سیل خواب میں چل آپ کے لئے

اپنے معاملے میں حساب اس کا اور ہے
سو بار اے زبان سنبھل آپ کے لئے

مرتا ہوں آرزو میں کہ اے کاش لکھ سکوں
جیسے ہیں آپ ایسی غزل آپ کے لئے

اِک نشۂ وجود میں پڑھتے رہیں درود

نینوں کے دِیپ دل کے کنول آپ کے لئے

☆☆☆☆☆

اِک انتہائے شوق میں اس سے کیا سوال
وہ ایسے چپ ہوا کہ جواب ہو کے رہ گیا

پانی کہیں سے لاؤ کوئی آسمان کا
یہ دہر فلسفوں کا سراب ہو کہ رہ گیا

☆☆☆☆☆

ہائے وہ کاجل بھری آنکھیں وہ ان کا دیکھنا
ہائے وہ نورِ حیا سے آتشیں رخسارِ دوست

اِک محبت سے. محبت ہی جنم لیتی رہی
ہم نے اس کو یار جانا جس کو دیکھا یارِ دوست

کوئی پیاس کہیں رہ جاتی ہے

کوئی لاکھ سمندر پی جائے
کوئی لاکھ ستارے چھو آئے
کوئی پیاس کہیں رہ جاتی ہے
کوئی آس کہیں رہ جاتی ہے
کوئی زیست کا ساغر بھرتا ہے
کوئی پھر خالی ہو جاتا ہے
کوئی لمحے بھر کو آتا ہے
کوئی پل بھر میں کھو جاتا ہے
کوئی پیاس کہیں رہ جاتی ہے
کوئی آس کہیں رہ جاتی ہے

(نگارِ صبح کی امید میں۔ صفحہ 60)

✿✿✿✿✿✿

مسکرائیے
صحت کے لئے بہت ضروری ہے

☆...... ایک کسان ایک ماہر نفسیات کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ جناب! رات میں نے خواب دیکھا کہ مَیں بیل بن گیا ہوں اور گھاس کھا رہا ہوں۔

ماہر نفسیات نے کہا اس میں فکر کرنے کی کونسی بات ہے۔ خواب تو خواب ہے۔

کسان نے کہا۔ جناب! فکر کی بات یہ ہے کہ جب میں صبح بیدار ہوا تو آدھی چٹائی کھا چکا تھا۔

☆...... ایک ہوائی جہاز میں بہت سے مسخرے سفر کر رہے تھے۔ فضا میں بلند ہونے کے بعد جہاز ہلنے لگا۔ پائلٹ گھبرا گیا اور اپنے ماتحت سے کہا اندر جا کر دیکھو جہاز کیوں ہل رہا ہے؟ ماتحت جب اندر گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ سارے مسافر فٹ بال کھیل رہے ہیں صرف ایک مسافر کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ اُس نے کتاب پڑھنے والے مسافر سے کہا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو منع کرے ورنہ جہاز گر جائے گا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد جہاز ٹھیک چلنے لگا۔ پائلٹ بہت خوش ہوا۔ اس نے اپنے ماتحت سے کہا جا کر اُس مسافر کا شکریہ ادا کرو۔ وہ جب اندر آیا تو اُس نے دیکھا کہ باقی کوئی مسافر نہیں ہے صرف وہی کتاب والا مسافر بیٹھا ہے۔

باقی کہاں گئے؟ ماتحت نے اُس سے پوچھا۔

''میں نے اُن سے کہہ دیا تھا کہ باہر جا کر کھیلو ورنہ جہاز گر جائے گا۔'' کتاب پڑھنے والے مسافر نے اطمینان سے جواب دیا۔

☆...... ایک پاگل ایک بہت اونچے مینار پر چڑھ گیا۔ ڈاکٹر اور دوسرے لوگ آئے اور اُسے اُتارنے کے لئے لالچ دینے اور اُس کی خوشامد کرنے لگے لیکن وہ نیچے نہ اُترا اتنے میں ڈاکٹر نے ایک اور پاگل کو بُلایا کہ تم اسے نیچے اُتار لاؤ۔

دوسرے پاگل نے اُسے کہا۔ اوے شیدے! نیچے اُتر نہیں تو مَیں قینچی سے مینار کاٹ دوں گا۔

پہلا پاگل ایک دم نیچے اُتر آیا۔

ڈاکٹروں نے پاگل سے پوچھا ہم نے تمہیں اتنے لالچ دیئے لیکن تم نیچے نہ آئے لیکن اس کے کہنے سے تم نیچے آگئے ہو۔ پاگل نے کہا مجھے معلوم تھا کہ آپ جو کہہ رہے ہیں وہ کریں گے نہیں لیکن یہ تو پاگل ہے اِس کا کیا بھروسہ۔

☆...... حجام، بہت تیز دھار اُسترے سے نہایت لاپرواہی سے گاہک کی شیو بنا رہا تھا۔

حجام گاہک سے کہنے لگا ''آپ کتنے بھائی ہیں؟

گاہک: اگر تمہارے اُسترے سے بچ گیا تو چار ہوں گے ورنہ تین ہی سمجھ لو۔

☆...... بیٹا: ''ابا جان! میرے سینگ ہونے چاہئے تھے نا؟

باپ: ''کیوں بیٹے؟''

بیٹا: ''ماسٹر صاحب کہتے ہیں کہ تو اللہ میاں کی گائے ہے۔''

☆...... منا: (باجی سے) ''ابا جان کا سر اتنا گنجا کیوں ہے؟''

باجی: ''پڑھے لکھے اور عقلمند آدمیوں کے سر گنجے ہی ہوتے ہیں''

منا: ''اچھا تو اب سمجھا کہ آپ کے سر پر اتنے زیادہ بال کیوں ہیں۔'' (بقیہ صفحہ نمبر 21 پر)

تلمیحات

ڈھائی دن کی بادشاہت یا اڑھائی دن کی بادشاہت

اس سے مراد تھوڑے دنوں کی حکومت یا ناپائیدار حکومت ہے۔ ہندوستان کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ہمایوں بادشاہ 'شیر شاہ سے شکست کھا کر دریا میں کود پڑا تو نظام سقہ نے اس کو ڈوبتے ڈوبتے بچایا اس کے صلہ میں اس نے ہمایوں بادشاہ سے ڈھائی دن کی حکومت مانگی اور حکومت کی۔ یہ تلمیح اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔

بزا خفش

ایسے آدمی کو کہتے ہیں جو بے سمجھے گردن ہلا دے۔ یا ہر ایک کی ہاں میں ہاں ملائے۔ اخفش ایک مشہور صرفی (صَرف یعنی عربی گرامر کا ماہر) تھا اس نے ایک بکری پال رکھی تھی۔ عربی افعال کی گردانیں اس بکری کے سامنے دہرایا کرتا تھا۔ اگر وہ بکری سر ہلا دیتی تو سمجھتا کہ سبق یاد ہو گیا ورنہ پھر سبق کو رٹنا شروع کر دیتا۔ اس سے بزا خفش کی تلمیح مستعمل ہوئی۔

لال بجھکڑ

یعنی اصل میں تو احمق ہو مگر اپنے تئیں سب سے زیادہ عقلمند خیال کرتا ہو۔ لال بجھکڑ اس شخص کو کہتے ہیں جو ہر بات کا جواب دینے اور ہر معاملے میں رائے دینے پر تیار ہو اور تمام قسم کی آرا جو حماقت پر مبنی ہوں اس کی طرف منسوب کو دیں مثلاً۔ کہتے ہیں کہ جس گاؤں میں لال بجھکڑ رہتا تھا اس کے رہنے والوں نے ہاتھی کبھی نہیں دیکھا تھا ایک دفعہ ہاتھی اس گاؤں سے گزرا اس کے پاؤں کے نشان زمین پر پڑے۔ گاؤں والوں نے ہاتھی کبھی نہیں دیکھا۔ اس کے پاؤں کے نشان ضرور دیکھے۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ نشان زمین پر کیونکر ہو گئے۔ لال بجھکڑ کو وہ نشان دکھایا گیا اور ان کی حقیقت دریافت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ ارے بیوقوفو! میرے سوا کوئی اس معمے کو نہیں سمجھ سکتا۔ ہرن چکی کے پاٹ چاروں پاؤں سے باندھ کر چلا ہے۔ اور اس سے یہ نشان زمین پر بنے ہیں اسی طرح ایک دفعہ ایک لڑکا گھر کے ستون کو ہاتھوں کے حلقے میں لئے کھڑا تھا اس اثناء میں اس کا باپ باہر سے چنے چباتا آیا۔ لڑکے نے اسی حالت میں اس سے چنے مانگے۔ باپ نے اس کی مٹھی میں چنے دیدیئے مگر اب مشکل یہ پیش آئی۔ کہ ستون سے ہاتھ کیونکر نکالے اگر ہاتھ جدا کرے تو چنے زمین پر گریں گے اور یہ اسے منظور نہ تھا لڑکا رونے لگا۔ باپ کی سمجھ میں کوئی تدبیر نہ آئی۔ وہ دوڑا۔ لال بجھکڑ کے پاس پہنچا اور اس کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اس نے موچھوں کو تاؤ دے کر کہا۔ بھلا میرے سوائے کون اس تدبیر کو بتا سکتا ہے جاؤ گھر کی چھت کو ادھیڑ ڈالو۔ جب ستون پر سے چھت ہٹ جائے گی تو لڑکے کو آسانی سے تم چھت پر کھینچ لو گے۔ مٹھی سے چنے بھی گرنے نہ پائیں گے اور لڑکا بھی صحیح سلامت ستون سے نکل آئے گا۔

طفیلی

مراد مفت خورہ ہے۔ کہتے ہیں طفیل کوفہ کا ایک شاعر تھا اس کی عادت تھی کہ جب لوگوں کو کسی دعوت میں جاتے دیکھتا تو

یہ بھی ان کے ساتھ ہو لیتا اور بے تکلف دعوت میں شریک ہو جاتا تھا۔ اور اس سے لفظ "طفیلی" مفت خورے کے لئے چل پڑا۔

شیخ چلی

ایسے شخص کو کہتے ہیں جو دور از کار منصوبے باندھتا ہے۔ لوگوں نے یہ ایک فرضی شخص گھڑ لیا ہے اور اس قسم کی تمام باتیں جو دور از کار منصوبوں اور تجویزوں سے تعلق رکھتی ہیں اس کے نام کے ساتھ چپکا دی جاتی ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ شیخ چلی کو ایک شخص نے مزدوری پر لگایا۔ ایک ٹوکری میں شیشہ کے آلات بھر کر اس کو دیئے کہ فلاں جگہ اس ٹوکرے کو پہنچا دو شیخ چلی نے رستے میں ایک جگہ ٹوکرے کو الگ رکھ کو سوچنا شروع کیا۔ کہ آج یہ مزدوری مجھے وصول ہو گی ان سے ایک مرغا اور ایک مرغی خریدوں گا۔ مرغی کو انڈوں پر بٹھاؤنگا اس سے بہت سے بچے حاصل ہونگے۔ جب بہت سے مرغیاں ہو جائیں گی تو ان کو بیچ کر ایک بکری اور ایک بکرا خریدوں گا اور اس کی نسل بڑھاوں گا۔ بکریوں کا جب گلہ بڑھ جائیگا تو اس کو فروخت کر کے گائے لونگا۔ گائے کی نسل اسی طرح ترقی کرے گی گائیوں کا گلہ بیچ کر بھینسیں لونگا جب بہت سی بھینسیں ہو جائیں گی تو ان کی تجارت سے میں امیر کبیر ہو جاؤں گا۔ ایک بڑے گھرانے میں شادی کروں گا بیوی ایسی تلاش کروں گا جو حسین ہو میں اس کو ہمیشہ اپنے قابو میں رکھوں گا اگر وہ نافرمانی کرے گی تو کمر میں لات جڑوں گا۔ شیخ جی اس وقت غصے میں تھے خیالی بیوی کی جگہ آپ کی لات ٹوکری پر پڑی اور تمام شیشے چور چور ہو گئے۔

محاورے

نیکی کر اور دریا میں ڈال

جس نیکی کا صلہ یا حاصل یا عوض کچھ نہ ملے اس کی نسبت بولتے ہیں یعنی نیکی کر اور بہادے۔ اِس کو "نیکی کر اور کنوئیں میں ڈال" بھی بولا یا لکھا جاتا ہے یعنی بھلائی کر اور بھول جا۔ احسان کر اور زبان پر نہ لا۔ نیکی کر اور بھلائی کی امید نہ رکھ۔

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا

جو کچھ ظاہر و عیاں ہے۔ اس کے بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا۔ یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب یہ کہنا مقصود ہو اب مزید کسی قسم کی دلیل یا ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔

دیکھا نہ بھالا صدقے گئی خالہ

کسی کی بہت زیادہ تعریف کرنا لیکن اس سے واقفیت نہ ہونا۔ یعنی بِلا جانے بوجھے اور علم کے کسی کی تعریف کرنا۔

سانچ کو آنچ نہیں

سانچ یعنی سچ اور آنچ یعنی نقصان۔ مراد یہ ہے کہ سچائی کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

☆☆☆

تعارف کتب

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب

(سید مبشر احمد ایاز)

سراج الدین صاحب پروفیسر F.C.COLLEGE لاہور، پہلے مسلمان تھے پھر عیسائی ہو گئے مگر جب ۱۸۹۷ء میں قادیان پہنچے اور کچھ دن حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں رہے اور حضورؑ سے مختلف مسائل پر گفتگو کی تو پھر اسلام کی افضلیت کے قائل ہو گئے اور نمازیں پڑھنے لگے لیکن لاہور جا کر پھر دوبارہ عیسائی ہو گئے اور چار سوالات لکھ کر بغرض جواب حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں ارسال کر دئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ان کا جواب لکھا اور اس کا نام "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" رکھ کر ۲۲/جون ۱۸۹۷ء کو شائع کر دیا۔ اب یہ کتاب روحانی خزائن کی جلد نمبر ۱۲ کے صفحات ۳۲۵ سے ۳۷۴ تک پچاس صفحات پر مشتمل ہے۔

وہ چار سوالات مندرجہ ذیل ہیں؛

1- عیسائی عقائد کے مطابق مسیح کا مشن اس دنیا میں بنی نوع انسان کی محبت کے لئے آنا اور نوع انسان کی خاطر اپنے تئیں قربان کر دینا تھا، کیا بانئ اسلام کا مشن ان دونوں معنوں میں ظاہر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یا محبت اور قربانی کے علاوہ کسی اور بہتر الفاظ میں اس مشن کو ظاہر کر سکتے ہیں؟

2- اگر اسلام کا مقصد توحید کی طرف آدمیوں کو رجوع کرنا ہے تو کیا وجہ ہے کہ آغاز اسلام میں یہودیوں کے ساتھ جن کی الہامی کتابیں توحید کے سوا اور کچھ نہیں سکھاتیں، جہاد کیا گیا؟ یا کیوں آج کل یہودیوں اور توحید کے ماننے والوں کی نجات کے لئے مسلمان ہونا ضروری سمجھا جائے؟

3- قرآن میں انسان اور خدا کے ساتھ محبت کرنے کے بارے میں اور خدا کی انسان کے ساتھ محبت کرنے کے بارے میں کونسی آیتیں ہیں جن میں خاص محبت یا حُب کا فعل استعمال کیا گیا ہے؟

4- مسیح نے اپنی نسبت یہ کلمات کہے "میرے پاس آؤ تم جو تھکے اور ماندے ہو کہ میں تمہیں آرام دوں گا" اور یہ کہ "مَیں روشنی ہوں اور مَیں راہ ہوں مَیں زندگی اور راستی ہوں"۔ کیا بانئ اسلام نے یہ کلمات یا ایسے کلمات کسی جگہ اپنی طرف منسوب کئے ہیں؟

مندرجہ بالا چاروں سوالوں کا مطلب یہ تھا کہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن ... نعوذباللہ ... جھوٹے ہیں اور عیسائیت اور اس کی تعلیمات ہی افضل و اعلیٰ ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے انتہائی جامع اور سادہ انداز میں عیسائی عقائد کے بارے میں ثابت کیا ہے کہ یہ درست نہیں، نہ تورات ان عقائد کی تائید کرتی ہے نہ عقل تسلیم کرتی ہے بلکہ خود حضرت مسیح ناصریؑ بھی موجودہ عیسائی عقائد کا رد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور اب جو تعلیمات پیش کی جاتی ہیں وہ بعد کی پیداوار ہیں، حضرت مسیح ناصریؑ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ اور ایسے عقائد پیش کر کے

حضرت عیسیٰؑ کو خواہ مخواہ بدنام کیا جارہا ہے، ایسی ہی بحث میں ایک جگہ فرماتے ہیں :۔

"اور اس سوال کی تیسری جز کہ قرآن شریف میں یہ کہاں لکھا ہے کہ انسان، انسان کے ساتھ محبت کرے، اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن نے اس جگہ بجائے محبت کے رحم اور ہمدردی کا لفظ لیا ہے کیونکہ محبت کا انتہاء عبادت ہے اس لئے محبت کا لفظ حقیقی طور پر خدا سے خاص ہے اور نوعِ انسان کے لئے بجائے محبت کے خدا کے کلام میں رحم اور احسان کا لفظ آیا ہے کیونکہ کمال محبت پرستش کو چاہتا ہے اور کمال رحم ہمدردی کو چاہتا ہے، اس فرق کو غیر قوموں نے نہیں سمجھا اور خدا کا حق غیروں کو دیا۔
مَیں یقین نہیں رکھتا کہ یسوع کے مُنہ سے ایسا مشرکانہ لفظ نکلا ہو بلکہ میرا گمان ہے کہ پیچھے سے یہ مکروہ الفاظ انجیلوں میں ملادئے گئے ہیں اور پھر ناحق یسوع کو بدنام کیا گیا ..." (کتاب ہذا ص : ۴۳)

اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت ﷺ کی صداقت اور ضرورت اور افضلیت کو ثابت کیا اور اسلام کی سچائی اور افضلیت کے دلائل پیش کرتے ہوئے یہ ثابت فرمایا کہ یہی مذہب اب خدا کی نگاہ میں مقبول اور پسندیدہ ہے... اور اسی پر ایمان لانے سے نجات وابستہ ہے... ایسا ہی آپ نے کفارے کی تردید فرمائی قرآن کی تعلیم کو تورات و انجیل کی تعلیمات سے افضل اور بہتر ثابت کیا اور اس ضمن میں عیسائیوں کو مقابلے کی دعوت دی کہ جس سے سچائی سامنے آجائے، اور جن چند فقروں کو پیش کر کے مسیح کی افضلیت ثابت کی جاتی تھی حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن سے اس سے کہیں بڑھکر ایسی آیات پیش کیں کہ جن سے آنحضرت ﷺ کی شان اور افضلیت ثابت ہوتی ہو۔

اس کتاب میں مذکور بعض الفاظ کے معانی

۱. تَذَلُّلْ	عاجزی، انکساری
۲. مَعْصِیَتْ	نافرمانی
۳. تَنْقِیحْ	چھان بین، تحقیق
۵. مُتَوَارِثْ	میراث پانا
۸. بپْتِسْمَہْ	عیسائی مذہب کی ایک رسم جس میں کسی کو عیسائی بناتے وقت یا نو مولود بچے کے سر پر مقدس پانی کے چھینٹے دیئے جاتے ہیں اور اسے عیسائی مان لیا جاتا ہے۔
۹. عِلَّتِ غائی	اصل مقصد
۱۰. طُرْفَةُ الْعَیْنْ	پلک جھپکتے ہی، بہت تھوڑا وقت
۱۲. صَیْقَلْ	چمکانا
۱۳. اِفراط	زیادتی، کثرت، مبالغہ، زائد کرنا
۱۴. تفریط	کمی

☆☆☆☆☆

جوابات از صفحہ 23

۱۔2	۲۔3	۳۔2	۴۔1
۵۔2	۶۔1	۷۔1	۸۔3
۹۔1	۱۰۔1	۱۱۔2	۱۲۔3
۱۳۔2	۱۴۔3	۱۵۔1	۱۶۔2
۱۷۔1	۱۸۔1	۱۹۔2	۲۰۔1

رپورٹ تربیتی کلاس 2000ء

کلاس کا افتتاح یکم مئی ۲۰۰۰ء کو محترم سید عبدالحیٔ شاہ صاحب ناظر اشاعت نے فرمایا اور طلباء کو قیمتی نصائح سے نوازا۔ ان ایام میں روزانہ نماز تہجد باجماعت اور نماز فجر کے بعد مختلف موضوعات پر درس کا اہتمام کیا گیا۔

درس کے فوراً بعد اجتماعی ورزش کروائی جاتی رہی۔

روزانہ 7:15 بجے اسمبلی کے بعد تدریس شروع ہو جاتی تھی جو 11:45 بجے تک جاری رہتی تھی۔ اس دوران قرآن کریم ناظرہ و ترجمہ، حدیث، کلام اور فقہ جیسے اہم مضامین پڑھائے جاتے رہے۔ امسال تدریس کو بہتر طریق سے سرانجام دینے کے لئے طلباء کو 7 گروپوں میں تقسیم کیا گیا۔ ہر گروپ کے لئے الگ اساتذہ مقرر تھے۔ اس طرح کل 14 اساتذہ نے اس شعبہ میں خدمات سرانجام دیں۔ اس کے علاوہ مختلف علمی و معلوماتی موضوعات پر دلچسپ لیکچر دلوائے گئے۔ طلباء میں تقریر کا ملکہ پیدا کرنے کے لئے روزانہ مشق تقاریر کا پیریڈ بھی ہوتا رہا۔ نماز عصر کے بعد روزانہ علماء سلسلہ کی تقاریر اس کلاس کا ایک بہت ہی اہم پروگرام تھا۔ نماز عصر تا مغرب کا وقت طلباء کے لئے کھیل اور وقارِ عمل کے لئے مخصوص تھا۔ جن میں کرکٹ، فٹ بال، باسکٹ بال اور سوئمنگ وغیرہ شامل تھے۔ کھیلوں میں اس سال سوئمنگ کا باقاعدہ کیمپ منعقد ہوا۔ جہاں طلباء کی کوچنگ کی گئی۔ سوئمنگ میں 40 طلباء کو تربیت دی گئی۔

اس کے علاوہ طلباء میں خود حفاظتی کا شعور بیدار کرنے کے لئے مارشل آرٹس کی کلاس کا بھی انتظام کیا گیا۔ اس میں 60 طلباء نے ٹریننگ حاصل کی۔ روزانہ شام طلباء کا ایک گروپ وقار عمل کے لئے بھی معین جگہوں پر بھجوایا جاتا رہا جہاں وہ نظم و ضبط کے ساتھ وقارِ عمل کرتے نیز جمعۃ المبارک کے دن صبح تمام رہائش گاہوں میں طلباء نے خود وقارِ عمل کے ذریعہ ماحول کو صاف کیا۔ تمام طلباء نماز مغرب بیتِ مبارک میں ادا کرتے رہے۔ جہاں نماز کے بعد درس سے بھی مستفید ہوتے۔ اس کے علاوہ حضور انور کے خطباتِ جمعہ براہِ راست سنانے کا انتظام تھا۔ خلفائے احمدیت سے محبت اور تعلق پیدا کرنے کے لئے طلباء کو نماز عشاء کے بعد وقتاً فوقتاً حضور انور کے خطبات یا سوال و جواب کے ویڈیو کیسٹس دکھائے جاتے رہے۔ جمعہ کے روز طلباء کے لئے زیارت ربوہ کا پروگرام مرتب کیا گیا۔ طلباء کو مختلف گروپوں میں تقسیم کر کے گائیڈ مہیا کئے گئے جو انہیں ربوہ کے مختلف اہم مقامات دکھانے کے لئے لے گئے۔ طلباء میں تحریر کا ملکہ پیدا کرنے کے لئے اسی سیر کو مضمون کی شکل میں قلمبند کرنے کے لئے کہا گیا اور خدا کے فضل سے خاصی تعداد میں اچھے مضامین موصول ہوئے۔ طلباء کو حضور انور کی خدمت میں دعائیہ خطوط لکھنے کی طرف بھی توجہ دلائی جاتی رہی اور طلباء نے بہت بڑی تعداد میں خطوط

لکھے۔ مورخہ 14 مئی کو بعد از نماز عشاء ایک مجلس سوال و جواب منعقد کی گئی جس مین سلسلہ کے جید علماء نے سوالات کے جوابات دیئے۔ اس کے علاوہ دو اور مجالس سوال و جواب بھی منعقد کی گئیں۔ مورخہ 11 مئی کا دن علمی پروگرام کے لئے مخصوص تھا۔ اس دن طلباء کے درمیان مختلف کھیلوں کے مقابلہ جات ہوئے۔ اس کے علاوہ اس دن مختلف دلچسپ تفریحی پروگرام منعقد کئے گئے۔ اور طلباء کے اعزاز میں عشائیہ دیا گیا۔ اس کلاس میں اللہ کے فضل سے 50 اضلاع کی 229 مجالس کے 738 خدام نے شمولیت کی توفیق پائی۔ بورڈ اور O- Lev-el کے طلباء اس کلاس میں شامل نہ ہو سکے کیونکہ ان کے پریکٹیکلز انہیں تاریخوں میں تھے۔ ان طلباء کے لئے الگ کلاس کا اہتمام کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

مورخہ 14 مئی کو طلباء کا تحریری امتحان لیا گیا۔

اختتامی تقریب کے مہمان خصوصی امیر صاحب مقامی و ناظر اعلیٰ محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب تھے۔ آپ نے اعزاز پانے والے خدام میں انعامات تقسیم کئے اور اختتامی خطاب اور دعا سے نوازا۔

انتظامیہ تربیتی کلاس

۱۔ ناظم اعلیٰ — مکرم مسعود احمد صاحب سلیمان

۲۔ نائب ناظم اعلیٰ — مکرم شمشاد احمد قمر صاحب

۳۔ // — مکرم خالد افتخار صاحب

۴۔ ناظم رابطہ — مکرم عبدالاعلیٰ صاحب

۵۔ ناظم روشنی — مکرم مرزا فضل احمد صاحب

۶۔ ناظم تدریس — مکرم امین الرحمان صاحب

۷۔ ناظم نظم وضبط — مکرم سلطان احمد مبشر صاحب

۸۔ ناظم کھیل و وقارِ عمل — مکرم نعیم اللہ ملہی صاحب

۹۔ ناظم تربیت — مکرم نصیر احمد انجم صاحب

۱۰۔ ناظم طبی امداد — مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب

۱۱۔ ناظم مشق تقاریر، سٹیج و انعامات — مکرم اسد اللہ غالب صاحب

۱۲۔ ناظم خوراک — مکرم چوہدری ظفر اللہ خان طاہر صاحب

۱۳۔ ناظم رہائش — مکرم خلیل احمد تنویر صاحب

۱۴۔ ناظم آب رسانی و صفائی — مکرم سلیم الدین صاحب

۱۵۔ ناظم استقبال و رجسٹریشن — مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب

۱۶۔ ناظم سمعی و بصری — مکرم فرید احمد نوید صاحب

۱۷۔ ناظم حاضری و نگرانی — مکرم ظہیر احمد خان صاحب

۱۸۔ ناظم مہمان نوازی — مکرم رفیق احمد ناصر صاحب

۱۹۔ ناظم سٹال — مکرم راجہ رفیق احمد صاحب

کمیٹی عملی پروگرام — (نگران) مکرم قمر احمد کوثر صاحب

(ممبران) مکرم سلیم الدین صاحب، مکرم نعیم اللہ ملہی صاحب، مکرم سلطان احمد مبشر صاحب، مکرم وسیم احمد فضل صاحب، مکرم نصیب بٹ صاحب، معائنہ ٹیم۔ نگران مکرم قمر احمد صاحب کوثر، مکرم ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب، مکرم ڈاکٹر سمیع الاحمد صاحب، مکرم اسد اللہ غالب، مکرم رفیق احمد ناصر صاحب۔

☆☆☆☆☆

JK
MARBLE

اللہ تعالیٰ حضور اقدس کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی عطاء فرمائے اور جماعت کو ترقیات سے نواز تا چلا جائے۔

کروڑوں افراد کے جماعت میں شامل ہونے پر احباب جماعت کو دِلی مبارک باد قبول ہو۔

مجلس امیر پارک گوجرانوالہ

☆☆☆

احباب جماعت کو عالمی بیعت اور جماعت احمدیہ کی ترقیات مبارک ہوں۔ آمین

دعا گو:۔

ملک عبد الحمید۔ اعجاز احمد خاں۔ عبد الرؤف زاہد۔ مقصود احمد۔ عدنان احمد۔ غلام محمد صدیقی۔

مجلس خدام الاحمدیہ نارتھ کراچی

ہم عالمی بیعت میں کروڑوں کی تعداد میں شامل ہونے والے افراد اور پیارے حضور خلیفۃ المسیح الرابع اور عالمگیر جماعت احمدیہ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

قیادت مجلس خدام الاحمدیہ
ضلع خوشاب

جب میری راہ اُس کے فرشتے کریں گے صاف
جب ہوں گے واپسی کے اشارے تب آئینگے

دُعا گو
مجلس خدام الاحمدیہ دار النور فیصل آباد
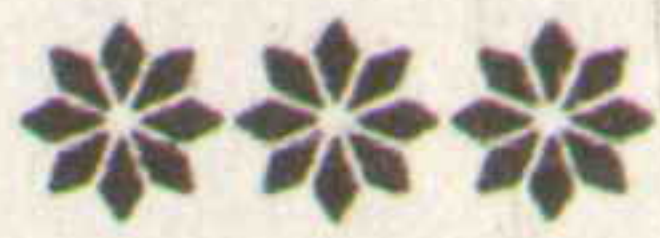
حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور عالمگیر جماعت احمدیہ کو اِمسال عظیم فتوحات حاصل ہونے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

قائد مجلس و اراکین عاملہ
مجلس خدام الاحمدیہ ناصر آباد
ضلع عمر کوٹ
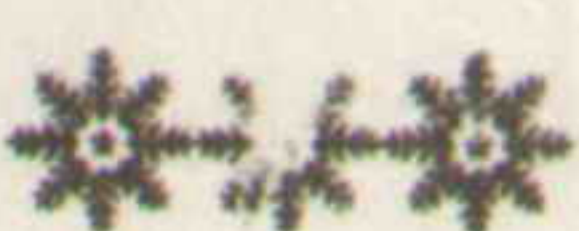
44ویں سالانہ تربیتی کلاس۔ چند جھلکیاں

مہمان خصوصی صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی

راجہ رفیق احمد صاحب

اور سید قمر سلیمان احمد صاحب

شریک طلباء کو لیکچر دیتے ہوئے

Monthly **KHALID** C. Nagar

Regd. CPL No . 139

Editor: Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz

September 2000
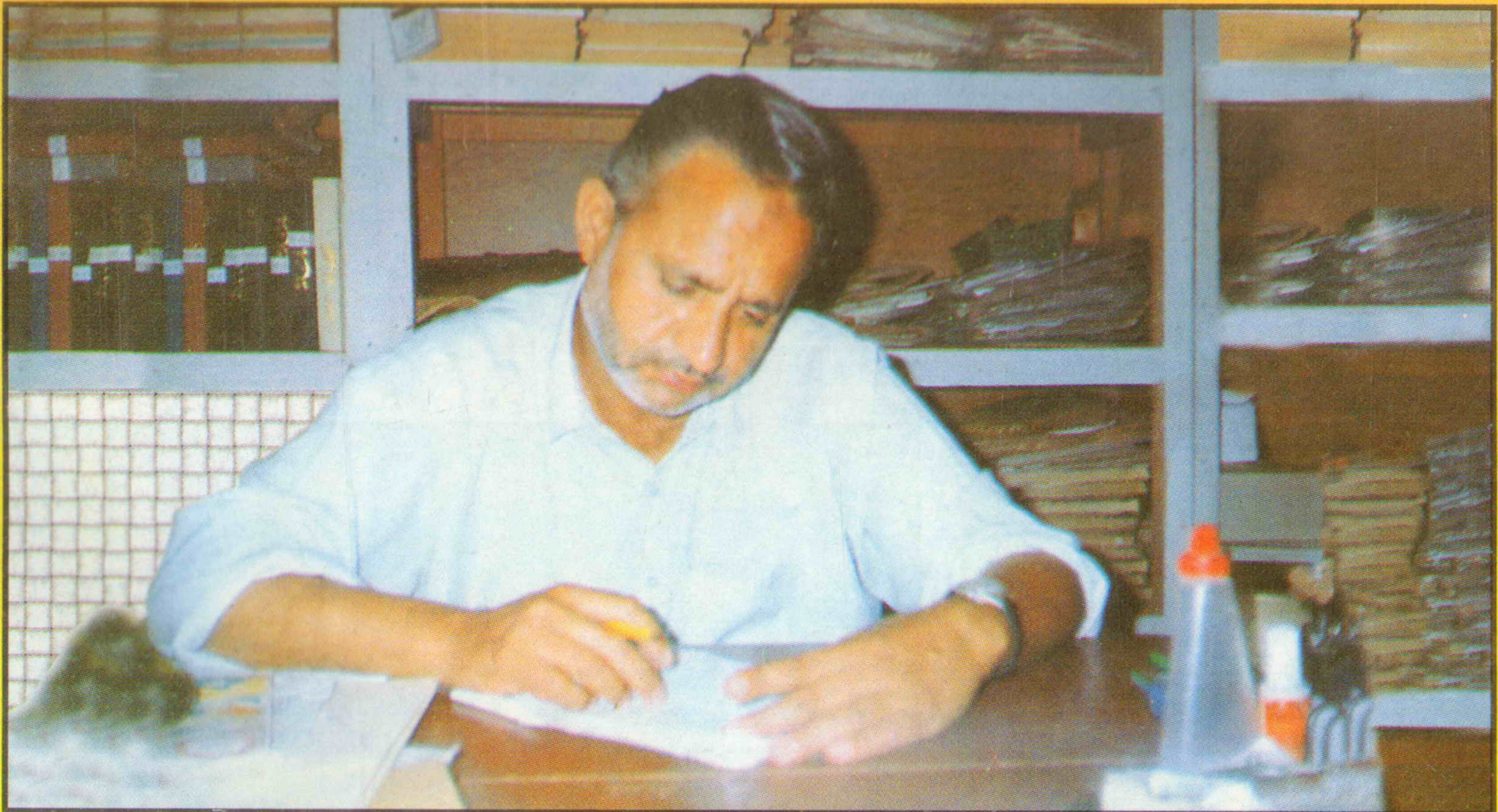
مکرم مبارک احمد خالد صاحب اپنے دفتر میں مصروف کار